مجددِ جنوبی ہند حضرت

قطبِ ویلور
رحمہ اللہ تعالےٰ

مصنف

مولوی حافظ ابوالنعمان بشیر الحق قریشی قادری ادھونی

خلیفۂ تقدس مآب اعلیٰ حضرت سجادہ نشین خانقاہ قطبِ ویلور

PRICE Rs. 15.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجددِ جنوبی ہند

حضرت قطبِ ویلور رح

سوانح حیات و اصلاحی و تجدیدی کارنامے

مولوی حافظ ابو النعمان بشیر الحق قریشی القادری

استاذ دار العلوم لطیفیہ۔ حضرت مکان

امام و خطیب مسجد حضرت سیدہ شاہ علی سلطان۔ گاندھی روڈ۔

(نزد سی ایم سی ہسپتال) ویلور: 632004۔

تامل ناڈو۔ جنوبی ہند۔

شائع کردہ:

جمعیۃ الاصلاح

25/241 - ھاونہ پیٹ - ادھونی

518301

صوبۂ آندھرا - جنوبی ہند

سن اشاعت: [illegible]ھ

1989م

انتساب

بقیۃ السلف

شیخ المشائخ مرشدنا اعلیٰ حضرت مولانا مولوی

ابو النصر قطب الدین شیدہ محمد باقر صاحب قادری دامت برکاتہم

سجادہ نشین خانقاہِ حضرت قطبؒ ویلور۔

Scanned with CamScanner

ترتیب

حضرت مولانا شاہ عبدالحی قادری بنگلوری

حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب قادری ویلوری بانی مدرسہ باقیاتِ صالحات ویلور

حضرت قطبؒ ویلور کا اصلاحی وتجدیدی کارنامہ

ملاحظات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجددِ جنوبی ہند

حضرت قطبِ ویلورؒ

سوانح حیات
اصلاحی وتجدیدی کارنامہ

ہندوستان کی علمی دینی، ادبی وثقافتی اور اصلاحی وتجدیدی تاریخ میں دو خاندانوں نے اپنے کارہائے نمایاں اور خدماتِ درخشندہ کی بدولت غیر معمولی وقعت و عظمت اور تقدس حاصل کیا۔ ایک شمالی ہند میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا خاندان ہے اور دوسرا جنوبی ہند میں حضرت سید شاہ ابوالحسن قربی قادری ویلوری کا خاندان ہے اور یہ دونوں بزرگ حضرات ایک دوسرے کے معاصر بھی تھے اور دونوں کی ذات سے شمال وجنوب میں ایسے خاندانوں کی بنا پڑی جن کے باکمال و باتوفیق اشخاص نے ہند کے ذرہ ذرہ کو فیض یاب کیا اور آج بھی ویلور میں حضرت قربی علیہ الرحمہ کا خاندان باقی اور قائم ہے اور اس سے دینی وعلمی خدمات کا سلسلہ جاری ہے۔ اسی دودمانِ عالی شان کی ایک علمی ودینی اور اصلاحی و دعوتی شخصیت مجدد جنوب حضرت قطبِ ویلور کی حیات وخدمات کا جائزہ اس کتاب میں لیا جا رہا ہے۔

خاندان :-

حضرت قربی (مجددِ جنوبؒ حضرت قطبؒ ویلور کے پردادا) اپنے والدِ ماجد حضرت سید شاہ عبداللطیف قادری بیجاپوری علیہ الرحمہ کے ہمراہ بیجاپور سے نقلِ مکاں فرمایا اور مختلف شہروں' سانور، سرا اور آرکاٹ ہوتے ہوئے تقریباً ۱۱۳۶ھ میں ویلور تشریف لائے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کی اور تعلیم وتربیت، ارشاد وتلقین اور سلوک وتزکیہ کا کام شروع کیا

اور ۱۱۷۹ھ میں قلعۂ ویلور کے شمالی حصہ میں ایک خانقاہ تعمیر کی جس کے تعلق سے آپ کے تلمیذ الرشید، خلیفۂ خاص حضرت باقر آگاہ مدراسی نے بر بیہ زور تاریخی قطعہ تصنیف کیا ہے:

اے خانقاہِ نو کہ دہد شرحِ صدور　　دل تازہ کند بہ رنگِ کعبہ ز سرور

گفتند ملک بہ چرخ کایں قبۂ نور　　والطور وسنین لبیت المعمور

یہ خانقاہ محض صوفیانہ سلوک کی تربیت گاہ نہ تھی بلکہ اس عہد کے مزاج اور احول کی مناسبت سے کتاب وسنت کی درس گاہ، اسلامی علوم وفنون کا دارالعلوم، مصالح عوام اور فقہی مسائل کے لیے دارالافتاء اور شعر وسخن کی بزم تھی۔

حضرت قربیؒ کی ذاتِ گرامی سے درس وتدریس کا زرین سلسلہ بھی چل پڑا اور جنوب کے اکثر وبیشتر علماء وفضلاء نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ چناں چہ ویلور اور اس کے اطراف واکناف میں جتنے بھی فارسی زبان وادب کے فاضل بنے وہ سب حضرت قربیؒ کے بلاواسطہ یا بالواسطہ شاگرد ہیں۔ چناں چہ حضرت باقر آگاہ مدراسیؒ "تحفۂ احسن" میں رقمطراز ہیں:

"واکثر مردانِ تدریسِ نسخِ متداولہ فارسیہ از حضرت ایشان حظِ کامل ونفعِ شامل گرفتہ اند ودریں ملک ہر کہ ہست از شاگردانِ ایشان است یا شاگردِ شاگردانِ ایشان۔"

حضرت قربیؒ کے مزاج میں حمیتِ اسلامی اور غیرتِ ایمانی کا جذبہ حد درجہ موجود تھا۔ بدعات وخرافات اور غیر شرعی اعمال کو کبھی پسند نہیں فرماتے تھے۔ مسلمان گمراہ کن بدعتوں میں الجھنے لگے تو آپ نے نثر کے علاوہ شاعری سے بھی اصلاح کا کام شروع کیا۔ تاکہ مؤثر ودلنشین پیرایہ میں سنت کی اہمیت اور بدعت کی خرابی نمایاں ہوسکے۔ اس سلسلہ میں آپ کی دو کتابیں یادگار ہیں: (۱) بدعت نامہ۔ (۲) ہدایت نامہ

حضرت قربیؒ گمراہ فرقوں سے نہ خود دور رہتے تھے بلکہ اپنے تلامذہ اور مریدین

رہیں ان کی ہم نشینی اور صحبت سے اجتناب کی تاکید فرماتے اور کہا کرتے تھے کہ بے دین اور بدعقیدہ لوگوں کی صحبت میں رہنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ جنگل کے درندوں کی صحبت میں رہیں، کیوں کہ ان درندوں سے صرف جسم زخمی ہو سکتے ہیں جن کا مندمل ہونا آسان ہے لیکن ان گمراہ افراد کی صحبت میں رہنے سے دین و ایمان ضائع ہوگا اور یہ وہ عظیم نقصان ہے جس کی تلافی بہت مشکل ہے۔ (ترجمہ از میزان العقائد)

جنوبی ہند میں جب رفض و شیعیت کا سیلاب بڑھنے لگا تو حضرت قربیؒ نے پوری قوت کے ساتھ اس کو روک دیا اور ببانگِ دہل یہ اعلان کر دیا

روافض در تکفیر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ایستادنمی کنند و آنرا جز و ایمانِ خود می دانند۔ ماچگونہ در تکفیر ایشاں ایستادخواہیم بود۔ (انشاء عقائد ذوقی)

شیعہ جب حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ اجمعین کو کافر کہنے میں توقف نہیں کرتے اور تکفیرِ صحابہ کو اپنے ایمان کا جز سمجھتے ہیں تو پھر ہم کیوں شیعوں کو کافر کہنے میں توقف و احتیاط کریں۔

اس فتنہ کا انسداد حضرت قربیؒ کا ایک عظیم تجدیدی کارنامہ ہے جو آج بھی ان کی راہ نما تصانیف کے روپ میں زندۂ جاوید ہے۔ ان میں سے قابل ذکر یہ دو کتابیں ہیں: (۱) دلائل المنیفۃ فی رد مذہب شیعۃ الشنیعۃ۔ (۲) منہج التحقیق فی افضلیۃ الصدیق رضی اللہ عنہ۔

تعلیم و تدریس اور تزکیہ کی عظیم اور وسیع خدمت کے علاوہ حضرت قربیؒ کی شخصیت سے جنوبی ہند میں ایک دبستانِ اردو بھی وجود میں آیا۔ بقول ڈاکٹر افضل الدین اقبال حیدرآباد ایم اے، پی ایچ ڈی؛

"جس طرح ولی اورنگ آبادی کے دیوان سے شمالی ہند میں اردو شاعری کی تحریک ہوئی اسی طرح جنوبی ہند اور علاقہ مدراس میں حضرت قربیؒ کے دیوان سے اردو

شاعری کا آغاز ہوا۔ (مدراس میں اردو ادب کی نشو نما)

حضرت قربیؒ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ جو آج بھی جویانِ حق کے لیے مینارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کی فہرست درج ذیل ہے:-

۱۔ لب السلوک۔ ۲۔ رسالۂ اثباتِ وجودِ حقیقی۔ ۳۔ حق المعرفتہ ۴۔ رسالۂ تحفۃ الذاکرین۔ ۵۔ کیمیائے سعادت۔ ۶۔ رسالۂ وجدان۔ ۷۔ رسالہ برہانِ قاطع دربیانِ توحیدِ جامع۔ ۸۔ رسالۂ عین العیان۔ ۹۔ رسالۂ حق الحق۔ ۱۰۔ رسالۂ جمع الجمع۔ ۱۱۔ رسالۂ تجدد امثال۔ ۱۲۔ رسالۂ مظہر کل۔ ۱۳۔ رسالۂ بسم اللہ ۱۴۔ رسالۂ ظہور ذات ومراتب۔ ۱۵۔ ملفوظِ قربی برقرب۔ ۱۶۔ معراج نامہ ۱۷۔ چکی نامہ۔ ۱۸۔ نمک نامہ۔ ۲۰۔ اردو دیوان۔ ۲۱۔ فارسی دیوان۔

حضرت قربیؒ کا وصال ۲۰ رمضان المبارک ۱۱۸۲ھ کو ویلور میں ہوا۔ اور حضرت مکان ویلور کے احاطے میں مدفون ہوئے۔ باقر آگاہ مدراسی اور دیگر شعراء نے وفات پر تاریخی قطعات لکھا ہے۔ ۵

بوالحسن آنکہ از نم فیضش — چمن دیں چو باغ خلد شگفت
از پے واردانِ مشہدِ غیب — خس وخاشاک غیر از دل رفت

درحریمِ بقا بشاہدِ قدس
دوش بردوش شاد وخنداں خفت
فکرِ تاریخ رحلتش کردم
غاب قطب البلاد ہاتف گفت

۸۲ ھ ۱۱

حضرت قطبؒ ویلور کے دادا حضرت سید شاہ عبد اللطیف ذوقی قادری ویلوری علیہ الرحمۃ (حضرت قربیؒ کے صاحب زادے) کی ذاتِ گرامی سے بھی منسوب

میں وسیع اور ہمہ گیر پیمانہ پر علم وادب کی اشاعت، تصوف وسلوک کی تعلیم، عقائد کی اصلاح، رفض وشیعیت کی تردید اور اہل سنت وجماعت کے مذہب ومسلک کی تبلیغ ہوئی۔ آپ کی نوکِ قلم سے تین لاکھ سے زائد اشعار اور ساٹھ سے زائد معرکۃ الآرا تصانیف معرضِ وجود میں آئیں۔ چناں چہ صاحب "تذکرۂ گلزارِ اعظم" لکھتے ہیں:

" زیادہ از سہ لک بیت نظم ونثر از افکار اوست وزود فکری او خارج از حوصلۂ گفت گوئے" آپ کی کتابیں تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، عقائد، علم فرائض، منطق، شاعری، لغت، معانی، بیان، عروض اور حساب وغیرہ پر مشتمل اور حاوی ہیں۔ راقم الحروف کو جتنی کتابوں کا سراغ لگ سکا وہ درج ہیں:

۱۔ تفسیر لطیفی۔ ۲۔ لطائفِ لطیفی۔ ۳۔ انشائے لطیفی۔ ۴۔ انشائے قادری۔ ۵۔ انشاء باقری۔ ۶۔ رکن رکین فی ترجمۃ حصنِ حصین۔ ۷۔ مفتاح النجاح ۸۔ قصائدِ ذوقی۔ ۹۔ ہدیۃ الاخیار۔ ۱۰۔ عشق نامہ۔ ۱۱۔ چمن محبت۔ ۱۲۔ چہار فصل ۱۳۔ عجیب نامہ۔ ۱۴۔ مثنوی دُرِ بے بہا۔ ۱۵۔ احسن الاسلوب۔ ۱۶۔ چہل حدیث۔ ۱۷۔ رسالہ در علم عروض۔ ۱۸۔ مختصر المناظر۔ ۱۹۔ الطالع العینیۃ اللامع بلوامع الغیریۃ ۲۰۔ تصحیح الصلوٰۃ فی تصریح الصلوٰۃ۔ ۲۱۔ عجالۂ نافعہ۔ ۲۲۔ الدّری۔ ۲۳۔ نظم تذکرۃ الاولیاء۔ ۲۴۔ تذکرۃ الاولیاء والسلاسل۔ ۲۵۔ تعداد الشہور۔ ۲۶۔ نظم معارج النبوۃ۔ ۲۷۔ زین اللغات۔ ۲۸۔ غرائب اللغات۔ ۲۹۔ جواہرستان در وصف تیغ نگارستان ۳۰۔ غوث نامہ۔ ۳۱۔ جامع العجائب۔ ۳۲۔ اکبر، اوسط، اصغر۔ ۳۳۔ مفتاح الاسرار ۳۴۔ رسالۂ استغناء۔ ۳۵۔ دیوان قدیم۔ ۳۶۔ مجموعۂ رباعیات۔

حضرت ذوقی نے بھی اپنے والد ماجد حضرت قربی کی طرح باقاعدہ درس کا سلسلہ جاری رکھا۔ جس کی وجہ سے دور دراز کے طلبا تحصیلِ علم کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور آپ کا کاشانہ ایک دار العلوم اور دار الاقامہ کی حیثیت اختیار کر گیا۔

جس سے ہزاروں تشنگانِ علم سیراب ہوئے۔

پروفیسر یوسف کوکن اپنی کتاب "کرناٹک میں عربی و فارسی" میں تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت ذوقی علم و ادب اور طالبانِ زبان کے لیے مرکز تھے اور مختلف علاقوں کے طلبا آپ کے پاس استفادہ کے لیے حاضر ہوتے اور آپ اُن کے لیے خورد و نوش کا انتظام فرماتے تھے۔"

حضرت ذوقی کا عظیم اصلاحی کارنامہ، جس کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا وہ یہ ہے کہ انھوں نے ایک ایسے پرآشوب وقت میں جب کہ جنوب میں ایک گروہ حضرات صحابۂ کرامؓ کو کافر قرار دینے لگا اور اہلِ سنت و جماعت کے بعض نادان افراد بھی صحابۂ کرام کی ذواتِ مقدسہ پر طعن و تشنیع اور حرف گیری و نکتہ چینی کرنے لگے تو آپ نے اپنی تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ اس بھیانک فتنہ کو ختم کیا، اور جو لوگ صحابہ کی تکفیر کر رہے تھے ان کو خارج از دین قرار دے دیا۔ اور جب اس مسئلہ میں آپ کے بعض معاصر اہلِ قلم تردد اور توقف کے شکار ہوئے تو یہ استدلال پیش کیا:

حضرات صحابہؓ جو افضل امت اور خیار امت ہیں جن کے فضائل و مراتب آیاتِ قرآنی اور احادیث نبوی سے ثابت ہیں۔ ان کی تکفیر کیوں کر مستلزم کفر نہ ہوگی پس اگر یہ کہا جائے کہ تکفیر یعنی کفر کی طرف نسبت کرنا، یہ الگ چیز ہے اور مکفر یعنی کافر قرار دینا دوسری چیز ہے۔ تو جب صحابہؓ کی تکفیر سے مکفر ہونا لازم نہیں تو اسی طرح روافض کی تکفیر سے روافض کا کافر ہونا کیا ضروری ہے؟

تو جواب میں ہم کہیں گے کہ اگر ہم تسلیم کرلیں کہ صحابہ کی تکفیر کفر نہیں ہے بلکہ گناہِ کبیرہ ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ شیعہ اس گناہ کا ارتکاب حلال سمجھ کر کرتے ہیں؟ یا بغیر استحلال کے کرتے ہیں؟

دوسری صورت بالکل مفقود اور منفی ہے۔ اس لیے کہ شیعہ میں کوئی ایک فرد بھی ایسا نہیں پایا جاتا جو تکفیر صحابہ کو ایمان کا جز اور حصّہ نہ سمجھتا ہو۔ لہٰذا شیعہ کی تکفیر میں کوئی شک ہی نہیں ہے۔

ہاں! اگر کوئی رافضی ایسا مل جائے جو اس معصیت کو حلال نہ سمجھتا ہو تو وہ کافر نہیں ہے۔ لیکن ایسا کوئی فرد اب تک ملا نہیں ہے۔ اس لیے یہ کہنا بجا ہے کہ یہ ایسی کلی ہے جس کا خارج میں وجود نہیں۔

اس خارجی فتنے کی سرکوبی کے بعد حضرت ذوقیؔ نے داخلی ہنگامہ کی خبر لی اور صحابۂ کرامؓ سے متعلق یہ موقف و مسلک پیش کیا جس سے استفادہ اور اعتناء کی آج بھی شدید ضرورت ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

"صحابۂ کرامؓ کا ذکر صرف خیر اور بھلائی کے ساتھ کیا جائے۔ ان کے بارے میں طعن و تشنیع مذموم اور شر ہے۔ اور ان کے درمیان جو اختلافات رونما ہوئے وہ خطاء اجتہادی کی وجہ سے تھے۔ صحابہ میں سب سے افضل خلفائے راشدین ہیں۔ ان میں سب سے افضل ابوبکر، پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم ہیں"۔

اور جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ خلفائے اربعہ میں سب سے افضل ہیں تو وہ مبتدع ہے اور اس کے بدعتی ہونے کا سبب یہ ہے کہ اس نے ائمۂ مجتہدین کے خلاف کیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابۂ کرامؓ ہی کے زمرے سے ہیں۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف صحبت کا احترام اور پاس و لحاظ نہایت ضروری و لازمی ہے۔ ان کے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے درمیان جو نزع اور اختلاف ہوا اس سے قطع نظر کر لینی چاہیے اور ہر ایک کے لیے ائمہ اربعہ کی اتباع واجب ہے اور جو شخص ان ائمہ کرام کی مخالفت اور اپنی عقل و رائے کی متابعت کرے گا وہ گمراہ ہوگا۔ (ترجمہ از انشاء عقائد ذوقی)

حضرتِ ذوقی کے اس عظیم اصلاحی اور تجدیدی کارنامہ کی یادگار یہ تصانیف ہیں :۔ ۱۔ نواقص الروافض۔ ۲۔ تصفیۃ الاذھان

۳۔ تحریر عقائد۔ ۴۔ سلالۃ العقائد۔ ۵۔ انشائے عقائد ذوقی۔ ۶۔ باب النجاۃ

۷۔ انشائے عقائد جواھر۔ ۷۔ دلائل امامتِ علیؓ۔ ۸۔ علیما۔ (در باب، عقائد سنیہ تفضیل خلفاء اربعہ، اثباتِ کفر روافض، تخصیص معاویہ رضی اللہ عنہ، وقاحتِ دین رافضیہ)

حضرت ذوقی نے ۴۴ سال کی عمر میں ۱۱۹۴ھ میں وفات پائی اور اپنے والدِ ماجد کے بغل میں سپردِ خاک کئے گئے۔ مولوی امین بیجاپوری نے یہ تاریخِ رحلت کہی ہے۔

سرافراز محی الدین ذوقی کہ فیض اوست بر ابدال و اوتاد

چوں واصل شد بحق سالِ صالش امیں گفتا، غاب قطب الامجاد

۱۱ ۸۰ ۹۴

حضرت قطبؒ ویلور کے والد ماجد حضرت شاہ ابوالحسن قادری موتی ویلوری علیہ الرحمۃ بھی ایک جید و متبحر عالم و فاضل اور مرشدِ روحانی و شیخ مربی تھے۔ آپ کو اسرار و حقائق اور غوامض کا وافر حصہ میسر آیا۔ اکثر اوقات جذب و استغراق کے عالم میں رہا کرتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود بھی آپ نے اردو اور فارسی میں عوام کی اصلاح اور تعلیم کے لیے بہت سی مفید کتابیں تصنیف کی ہیں۔ جن میں چند کے نام درج ہیں :۔

۱۔ رسالۂ شرح حقیقتِ محمدی۔ ۲۔ مسئلہ بیعت غائب وحاضر۔

۳۔ رسائل تفصیل مراتب فی اطوار المراتب۔ ۴۔ رسالۂ تنزلات۔ ۵۔ نفسِ روحانی

۶۔ رسالۂ ذکر۔ ۷۔ رسالۂ مراتب۔ ۸۔ رسالۂ معرفت۔ ۹۔ رسالۂ ذکر وجود۔

۱۰۔ رسالہ دربیانِ ربوبی الٰہی۔ ۱۱۔ رسالۂ عالم ارواح۔ ۱۲۔ رسالۂ عالم مثال

حضرت محویؒ کی ایک اور قابلِ ذکر خدمت یہ رہی کہ انھوں نے اپنے والد اور دادا کے درس و تدریس کے سلسلہ کو قائم رکھنے کے لیے ایک عظیم الشان مدرسہ تعمیر فرمایا۔ جس کا ذکر حضرت شاہ عبدالحی واعظ بنگلوری نے اپنی کتاب "مثنوی مطلع النور" میں کیا ہے۔ ؎

مسجد و خانقاہ و رباطِ کلاں ۔۔۔ مدرسہ وہ بنایا عالی شان

حضرت محویؒ کا وصال ستاون سال کی عمر میں ۲۶ رجمادی الآخر سنہ ۱۲۴۳ھ روز دوشنبہ صبح صادق کے وقت ہوا۔ اور اپنے دادا حضرت قربیؒ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ غاب قطب الزماں سے آپ کی تاریخ وفات نکلتی ہے۔

حضرت قطبؒ ویلور کی اولاد امجاد سے بھی علمی و دینی خدمات کا سلسلہ جاری رہا۔ چناں چہ آپ کے صاحب زادے شمس العلماء حضرت رکن الدین سید شاہ محمد قادری ویلوری علیہ الرحمہ نے یورپ کے بڑھتے ہوئے سیلاب استعماریت کو دیکھ کر مسلمانوں کے نظامِ تعلیم کی جانب خصوصی توجہ مبذول کی اور اپنی آبائی درس گاہ کی نشاۃ ثانیہ کی اور درسِ نظامیہ کا نصاب جاری کیا۔ اور سنہ ۱۳۰۲ھ میں ایک عظیم الشان خوب صورت عمارت تعمیر کی جس میں آج دارالعلوم لطیفیہ چل رہا ہے۔ اس وقت حضرت قطبؒ ویلور کے دودمان عالی شان کی ایک ہی بزرگ ہستی شیخ المشائخ مرشدنا اعلیٰ حضرت مولانا مولوی ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قادری دامت برکاتہم العالیہ حیات ہیں۔ جن کی ذاتِ گرامی سے بیعت و ارشاد اور روحانی فیض و برکات کا سلسلہ جاری و ساری ہے۔ اور آپ کی سرپرستی میں آپ کے برادرِ محترم حضرت مولانا ابوالحسن صدرالدین سید شاہ محمد طاہر قادری علیہ الرحمہ کے دو جواں سال داماد عالی جناب مولانا السید شاہ عثمان صاحب قادری عرف فصیح پاشاہ، ناظم دارالعلوم لطیفیہ اور عالی جناب مولانا سید شاہ ہلال احمد صاحب قادری عرف ہلال پاشاہ نائب ناظم

دارالعلوم لطیفیہ مصروف عمل ہیں اور یہ تاریخی درس گاہ علمی و دینی خدمات انجام دے رہی ہے۔

حضرت قطب ویلورؒ کا سلسلۂ نسب

حضرت قطب ویلورؒ سید الطرفین اور صحیح النسب ہیں۔ آپؒ کا سلسلۂ مادری بتیس واسطوں سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

۳۷۔ مولانا ابوالفتح سلطان محی الدین سید شاہ عبدالقادر قادری — مدفن ویلور

مولانا ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قادری۔ مدظلہٗ ۔ مولانا ابوصالح عماد الدین سید شاہ محمد ناصر قادری (مدفن ویلور) مولانا ابوالحسن صدرالدین سید شاہ محمود قادری (مدفن ویلور)

۳۶۔ مولانا سید شاہ عبداللطیف قادری — مدفن جنت المعلی مکۃ المکرمہ

۳۵۔ مولانا رکن الدین سید شاہ محمود قادری — مدفن ویلور

۳۴۔ **حضرت قطبؒ ویلور** — مدفن جنت البقیع مدینہ منورہ

۳۳۔ حضرت سید شاہ ابوالحسن قادری محویؔ ویلوری — مدفن ویلور

۳۲۔ حضرت غلام محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری ذوقیؔ ویلوری — مدفن ویلور

۳۱۔ حضرت رکن الدین محمد سید شاہ ابوالحسن قادری قربیؔ ویلوری — مدفن ویلور

۳۰۔ حضرت سید شاہ عبداللطیف قادری بیجاپوری — مدفن ویلور

۲۹۔ حضرت میراں سید ولی اللہ — ” بیجاپور

۲۸۔ حضرت سید عبداللطیف عرف باپوجی — ” بیجاپور

۲۷۔ حضرت سید محمدؒ — ” احمد آباد

۲۶۔ حضرت سید عبدالحق — ” احمد آباد

۲۵۔ حضرت سید قطب الدین — ” احمد آباد

۲۴۔ حضرت سید عبدالفتح — ” احمد آباد

۲۳۔ حضرت قاضی سید اسماعیل — (حضرت شاہ عالم گجراتی کے مرید و خلیفہ)

۲۲۔	حضرت سید برہان الدین	مدفون احمد آباد
۲۱۔	حضرت سید حسین	" رے
۲۰۔	حضرت سید نوراللہ منصور	" نجف اشرف
۱۹۔	حضرت سید عبدالفتح	" دہلی
۱۸۔	حضرت سید جلال متقی	" بغداد
۱۷۔	حضرت سید حامد	" اصفہان
۱۶۔	حضرت سید حمزہ اصغر موصوف بہ قطب اکبر خلیفہ شیخ عبدالقادر جیلانی	بغداد
۱۵۔	حضرت سید اسداللہ	" روم
۱۴۔	حضرت سید اکبر حسین اکبر	" حاما
۱۳۔	حضرت سید محمد	" کشمیر
۱۲۔	حضرت سید سیف اللہ ناصر	جنت المعلّیٰ مکۃ المکرمۃ
۱۱۔	حضرت سید ابوالقاسم	اصفہان
۱۰۔	حضرت سید حیدر کرار	مدینۂ منورہ
۹۔	امام محمد نقی عسکری	سامرہ
۸۔	امام محمد تقی	بغداد
۷۔	امام علی موسیٰ رضا	مشہد
۶۔	امام موسیٰ کاظم	بغداد
۵۔	امام جعفر صادق	جنت البقیع مدینۂ منورہ
۴۔	امام محمد باقر بن علی بن الحسین	" "
۳۔	امام زین العابدین علی بن الحسین	" "
۲۔	امام حسین رضی اللہ عنہ	کربلا

۱۔ امام الائمہ ابوالاولیاء امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ — نجف اشرف

ولادت

سادات حسنی وحسینی کے اس نامور، مخلص، دینی اور علمی خاندان میں دوشنبہ ۱۴ ر جمادی الثانی ۱۲۰۷ھ میں حضرت قطب ویلور کی ولادت باسعادت ہوئی۔ والد ماجد نے عبداللطیف نام رکھا۔ بڑے ہوکر شاہ محی الدین سے معروف ہوئے اور دنیائے علم وعرفان میں قطب ویلور کے لقب سے مشہور ہوئے اور یہی لقب نام اور عرف پہ غالب آگیا۔

تعلیم

حضرت قطب ویلور پر اللہ تعالیٰ کی یہ خصوصی عنایت ومہربانی رہی کہ آپ کے اندر عہد طفولیت ہی سے تحصیل علم کا غیر معمولی ذوق وشوق موجود تھا اور آپ بہت ذہین، فطین اور فہیم واقع ہوئے تھے۔ اور کم سنی کے باوجود آپ کو کھیل کود سے کوئی دلچسپی اور شغف نہیں تھا۔ جب آپ کی عمر چار سال کی ہوئی تو آپ کو اپنے خاندان کی درسگاہ (موجودہ دارالعلوم لطیفیہ) میں بٹھایا گیا۔ پہلے آپ نے قرآن کریم ناظرہ مع تجوید مکمل کیا اور اس کے بعد درسی کتابوں کو پڑھنا شروع کیا اور قلیل عرصہ میں متوسطات کی تکمیل کی۔ آپ کی عمر جب آٹھ سال کی ہوئی تو اپنے والد ماجد کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان قبولیت دعا کی ساعت ہے تو اسی وقت آپ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ آئندہ جمعہ اسی ساعت میں اپنے لیے حصول علم وفضل کی دعا مانگی جائے۔ چنانچہ آپ نے اگلی جمعہ دو خطبوں کے درمیان انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ دعا کی۔ جس کی قبولیت کے آثار اس طرح ظاہر ہونے لگے کہ اس کے بعد آپ علم وفضل کے میدانوں میں آگے ہی بڑھتے چلے گئے۔ چنانچہ اس حقیقت کا اظہار آپ کے تلمیذ رشید وخلیفہ خاص مولوی شاہ عبدالحی قادری بنگلوری نے اپنے مشہور مثنوی "مطلع النور" میں کیا ہے۔

مگر اس جمعہ میں وہ آئی ہو تب — کہ کیا شیخ نے دعا وہ جب
کیا مقبول اس کو ربِّ غفور — ہوا فوراً قبولیت کا ظہور !

حضرت قطبؒ ویلور نے اپنے والد ماجد اور دیگر اساتذہ و شیوخ سے تفسیر، حدیث، فقہ، عقائد، کلام، منطق، فلسفہ، علم اصول، فرائض، صرف، نحو قصائد، انشاء، ھئیت، ہندسہ، حساب، مساحت، طبابت اور حقائق و سلوک وغیرہ میں دسترس اور مہارت حاصل کی۔ ۱۲۲۶؁ھ میں سندِ فراغت حاصل کی۔ اس وقت آپ کی عمر انیس ۱۹ سال تھی۔ اس کے بعد آپ نے صرف ایک ہی سال میں پورا قرآنِ کریم حفظ کر لیا۔ ضمیمہ "جواہر السلوک" میں مرقوم ہے: "و در سال ۱۲۲۷؁ھ ۱۲۲۸؁ھ بہ حفظ قرآن مجید پرداخت"۔ قرآن مجید اور درسیات کی تکمیل و فراغت کے بعد آپ پورے انہماک اور کامل یکسوئی کے ساتھ مختلف تفاسیر، احادیث، اسمائے رجال سیر، تاریخ اور تصوف کی کتابوں کے مطالعہ میں مصروف ہو گئے۔ اور اس کے ساتھ ہی عیسائیوں اور دیگر باطل فرقوں کی کتابوں اور ان پہ لکھی گئی تردیدی کتابوں اور مسلمانوں کے مختلف مکاتیبِ فکر کی کتابوں کا مطالعہ جاری رکھا اور آپ کا یہ زمانہ شدید انہماک، محنت اور مطالعہ میں گزرا۔ مطالعہ اور تحقیق کے جذبہ اور شوق نے آپ کی علمی تشنگی میں اور اضافہ کر دیا۔ اور آپ نے یہ عزم کر لیا کہ علوم و فنون میں تکمیل و اختصاص اور اصحابِ علم و فضل سے استفادہ اور مزید کتابوں کے مطالعہ کے لیے مدراس کا رُخ کرنا چاہیے۔

سفرِ مدراس

چناں چہ آپ ۱۲۳۴؁ھ میں مدراس تشریف لے گئے۔ اس زمانہ میں شہر مدراس ایک عظیم علمی مرکز اور اہلِ ہنر و کمال اور اصحابِ فن کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ حضرت باقر آگاہ مدراسی کی شخصیت اور ان کی تصانیف کا اثر چاروں طرف پھیلا ہوا تھا اور ان کے علاوہ حضرت ملا عبد العلی بحر العلوم کی علمی، اصولی اور منطقی شخصیت اور ان کی کتابیں مرجع

خاص و عام بنی ہوئی تھیں۔ حضرت قطبؒ ویلورنے مدراس آکر ملک العلماء حضرت علاء الدین احمد دداباد بحر العلوم) اور حضرت مولانا محمد حسین اور مدرسہ کلاں کے اساتذہ اور دیگر ذی علم و عرفان ہستیوں سے علمی استفادہ کیا اور یہاں آٹھ سال تک مقیم رہے اور ۵ رشعبان المعظم سنہ ۱۲۴۲ھ کو سندِ فراغت حاصل کی۔

انگریزی زبان و ادبؒ کی تحصیل

حضرت قطبؒ ویلور نے قیام مدراس کے دوران

انگریزی زبان بھی سیکھ لی ۔چناں چہ اس کی تحصیل کا سبب یہ رہا کہ آپ کو علم ھئیت سیکھتے وقت ہندوستان میں معتبر کرہ دستیاب نہ ہوسکا تو آپ نے انگلش کرہ منگوایا لیکن اس میں کماحقہٗ استفادہ حاصل کرنے میں یہ دشواری حائل رہی کہ مقامات کے نام انگریزی زبان میں تھے ۔جس کی وجہ سے آپ نے انگریزی سیکھنی شروع کر دی اور شب و روز کی مسلسل پیہم محنت سے نہ صرف اس زبان پر عبور حاصل کیا بلکہ اس میں مطالعہ اور تحریر کی قوت پیدا کرلی ۔اور اسی زبان میں براہ راست عیسائی لٹریچر کا مطالعہ کیا اور ان کے باطل معتقدات پر جرح اور ان کے تضاد و تناقص افکار کی نشان دہی کی تو اہلِ علم حیران اور ششدر رہ گئے ۔چناں چہ صاحب "مطلع النور" اس حیرت انگیز حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں فرماتے ہیں : ؎

عیسوی دیں کے کتب اے زکی — جو کہ ہیں در زبانِ انگریزی
کر کے ان کا مطالعہ اکثر — جرح کرنے لگا بہت جا پہ
تابحدیکہ وہ نکو منوال — تین سو تک تناقص اُن سے نکال
تین سو اعتراض بھی لکھا — دیگہ عیدان ہوگئے علماء

حضرت شاہ عبد العزیز محدثؒ دہلوی سے استفادہ کی آرزو

قیام مدراس کے زمانہ میں

آپ نے شاہ صاحب کی معرکۃ آرا تصنیف "تحفہ اثنا عشریہ" کا مطالعہ کیا تو بہت متاثر ہوئے اور دہلی جاکر مصنفِ کتاب سے ملاقات اور استفادہ کا ارادہ کیا۔ اور اپنی والدۂ ماجدہ (حضرت بی بی امۃ المجید بنت حضرت سید شاہ علی محمد قادری) سے اس خواہش کا اظہار کیا۔ تو والدہ نے فرمایا: پہلے یہاں کی تعلیم مکمل ہونے دیجیے اس پر آپ نے اپنا ارادہ ملتوی کردیا لیکن جیسے جیسے حضرت قطب ویلوری کی تعلیم کی تکمیل کا مرحلہ قریب آتا چلا گیا تو آپ کی والدہ آپ کی جدائی اور فراق کے تصوّر سے غمگین رہنے لگیں کہ اب آپ دہلی روانہ ہوجائیں گے۔ ایک روز اس اضطراب کو دیکھ کر حضرت محویؒ نے فرمایا: تمہیں سنجیدہ اور مایوس رہنے کی ضرورت نہیں۔ تمہارے فرزند کو سفرِ دہلی کا اتفاق نہیں ہوگا۔ کیوں کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ جدّا مجد حضرت قربیؒ تشریف لائے ہیں اور تمہارے فرزند کو ایک مسند پر بٹھا رہے ہیں۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ میں دنیا سے بہت جلد رخصت ہونے والا ہوں اور تمہارا فرزند میرا جانشین اور مسند نشین ہوگا۔

حضرت محویؒ کا یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہوا اور آپ ۱۲۴۳ھ میں تعلیم کی تکمیل کے بعد مدراس سے ویلور واپس لوٹے، جس کے کچھ ہی دنوں بعد حضرت محویؒ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور حضرت قطب ویلورؒ مسندِ ارشاد پر متمکن ہوئے۔

علم باطنی کی تکمیل و بیعت و خلافت

حضرت قطب ویلورؒ کا خانوادہ ایک ایسا عظیم روحانی مرکز ہے جس میں اکثر صوفیاء کے سلاسل اور چھبیس خانوادوں کی خلافت آبائی و خلفائی کے فیوض و برکات شامل ہیں۔ اور اس کے ایک بزرگ حضرت شاہ سید ابوالحسن قادری بیجاپوری علیہ الرحمہ نے تاریخِ صوفیہ سے ایک سو اکتالیس سے

سلاسل میں خرقہائے خلافت حاصل کیا ہے۔ جیسا کہ اپنی کتاب "مخزن السلاسل" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

اما بعد فیقول الفقیر المفتقر الی اللہ ذی المنن ابوالحسن ابن السید عبد القادر ابن السید شاہ ابوالحسن قادری غفر اللہ ذنوبہم وستر عیوبہم ان ھذا الکتاب المبارک المسمی بہ "مخزن السلاسل الحسنیہ فی الباس خرق فرق المشائخ الصوفیۃ مشتمل علی مائۃ واحدی وتسعین سلسلۃ۔

اور آج بھی اس خاندان میں ایک سو اکنانوے سلاسل میں خلافت واجازت کا سلسلہ جاری ہے۔ ظاہر ہے کہ جس خاندان کی خمیر میں تصوف وعرفان شامل ہو اور جس کے اکابرین کو حقائق ومعارف اور دقائق کی گرہ کشائی میں پیشوائی کا منصب حاصل رہا ہو تو اس گھرانہ کے سلوک اور اس کی تربیت روحانی اور اصلاح باطنی کا کیا عالم ہوگا۔

یہی وہ خصوصیات تھی جس کی وجہ سے حضرت قطب ویلورنے ایک قلیل عرصہ میں اپنے والد ماجد کی سرپرستی میں سلوک کی ساری منزلیں طے کیں اور آپ ہی کے دست مبارک پہ بیعت کی اور ایک سو اکنانوے سلاسل اور چھبیس خانوادوں کی خلافت کی نعمت عظمیٰ سے سرفراز ہوئے۔

درس وتدریس اور اصلاح وتزکیہ

مسندِ سجادگی پر فائز ہونے کے بعد حضرت قطبِ ویلور درس وتدریس اور اصلاح وتزکیہ میں ہمہ تن مشغول اور مصروف ہو گئے اور آپ کی ذاتِ گرامی سے لاکھوں افراد نے علومِ دینیہ، تفسیر، حدیث، فقہ، فرائض وغیرہ کی تدریس اور سلوک وتربیت کی نعمت پائی اور حضرت امام مالکؒ کا یہ نظریہ عملی حیثیت سے ظہور میں آگیا۔ من تفقہ ولم یتصوف فقد تفسق ومن تصوف ولم یتفقہ فقد تزندق ومن جمع بینہما

فقد تحقق۔ (جس نے صرف علمِ شریعت حاصل کیا اور علمِ تصوف سے ناآشنا رہا تو وہ فاسق ہوگیا۔ اور جس نے صرف علم تصوف سیکھا اور علمِ شریعت سے نابلد رہا تو وہ زندیق ہوگیا اور جو شخص کتاب و سنّت کی تعلیم اور تزکیہ و احسان کی نعمت سے بہرور ہوا وہی کامل اور محقق بن گیا۔

جنوبی ہند کی ایک مقتدر ذی علم شخصیت حضرت عبدالغفار چشتی القادری المتخلص بہ مسکینؔ، جن کو حضرت قطبؒ ویلور کے درس وتدریس اور سلوک و تربیت اور صحبت سے استفادہ کا موقع ملا اپنے استاد اور شیخ کے شب و روز کے اعمال و اشغال سے متعلق بڑی تفصیل بیان کی ہے، جس کے مطالعہ سے حضرت قطب ویلور کی تدریسی، تصنیفی تطہیری اور تذکیری خدمت پر روشنی پڑتی ہے۔ چناں چہ فرماتے ہیں:

"ہمارے قطب الہند بعد نصف شب بیدار ہوجاتے اور فقیر بیت الخلاء میں پانی اور کلوخ مہیا کردیتا تھا۔ بعد فراغت وضو کے لیے پانی تیار کردیتا تھا۔ حضور وضو فرماکر حجرہ میں چلے جاتے اور نمازِ صبح کے لیے مسجد تشریف لاتے۔ نمازِ صبح کے بعد ذکر اور مراقبہ میں مشغول رہتے اور اشراق پڑھ کر مسجد کے باہر نکلتے تھے اور مدرسہ و خانقاہ میں تشریف فرماکر مسافروں کے کھانے پینے کا انتظام فرمایا کرتے تھے۔ پھر مکان میں داخل ہوتے اور مسافروں کے آرام، مریدوں کی آسائش اور طلباء کے خورد ونوش کا سامان مہیا فرماکر مدرسہ (انتساب جدید دارالعلوم لطیفیہ) میں آتے اور تفسیر وحدیث کا درس بارہ بجے تک دیا کرتے تھے۔ دوپہر کے کھانے کے بعد تصنیف وتالیف اور مطالعہ میں مشغول رہتے۔ اگر فتاوے ہوتے تو ان کے جواب تحریر فرماتے۔ اور ظہر کے بعد مریدوں اور مسترشدوں کی تعلیم وتفہیم میں مصروف رہا کرتے اور ہفتہ میں دومرتبہ مدرسہ کے اندر وعظ فرمایا کرتے تھے۔ (حیات المسکین)

حضرت قطبؒ ویلور کے اصلاحی اور تربیتی کام کی نوعیت وافادیت کی وضاحت کے لیے حضرت مولانا عبدالرحیم ضیاؔ حیدرآبادی کے قول سے بڑھ کر کسی کا بیان

قابلِ اعتناء ہوسکتا ہے۔ جن کو حضرت قطبؒ ویلوری سے تعلیم وتزکیہ کی سعادت اور خرقۂ خلافت کی نعمت حاصل ہوئی۔ لہذا اس باب کی وضاحت کے لیے ان کا بیان ہی کافی اور شافی ہے۔ چناں چہ فرماتے ہیں:

"تربیتِ باطنی میں بھی آپ کا طریقہ افراط اور تفریط سے مبرا تھا اشغال اور اذکار کی تعلیم میں حضرات صحابہؓ اور تابعینؒ کا رنگ اور مراقبات وغیرہ کی تلقین میں صوفیائے متقدمین کا ڈھنگ تھا۔ دوسروں کے یہاں سالہا سال کی محنت، آپ کے یہاں ایک لمحہ کی بات تھی۔ زنگ دوئی کثرت بفیض صحبت، آئینۂ دل سے یوں دور ہوتا تھا جیسے آفتاب سے ظلمت۔ آپ کا قال بعینہ حال تھا۔" (مقالاتِ طریقت)

حضرت عبدالغفار مسکین فرماتے ہیں:

"میرے قطب الہند کے ہزاروں مرید اور متوسلین تھے آپ کثیر البکاء قوی التوجہ، روشن دل اور صاحبِ باطن تھے۔" (حیاتِ المسکین)

خود حضرت عبدالغفار مسکین کو ان کے والد ماجد حضرت زین العابدین جیلانی نے جو تاکید فرمائی تھی وہ بھی ملاحظہ کیجیے۔

"جب تم سے ممکن ہو حضرت قطب الہند کی قدمبوسی کے لیے ویلور جانا کیوں کہ آج دکن کے وہی قطب ہیں۔"

اور بوقتِ انتقال اپنے فرزند حضرت مسکین کو یہ وصیت فرمائی:

"حضرت قطب ویلور کی خدمت میں حاضری دیتے رہو تاکہ انوارِ ربّانی تم پر منکشف ہوں۔"

حضرت قطب ویلور نے اپنی ذات کو مدرسہ میں علوم وفنون کی تدریس اور خانقاہ میں تلقین وارشاد کی حد تک ہی محدود اور مقید کر نہیں رکھا تھا بلکہ عام مسلمانوں حتیٰ کہ عورتوں کی اصلاح، تعلیم اور تذکیر کے خیال سے روزانہ اور بالخصوص جمعہ اور سہ شنبہ کو بعد

اور خطبات دیا کرتے تھے۔ صاحبِ "مقالاتِ طریقت" فرماتے ہیں:

"آپ ہر روز عصر کی نماز پڑھ کر بالاخانے پر جلوہ افروز ہوتے، گروہِ بیشتر بندگانِ خدا جمع رہتے۔ پند و نصائح اور ارشاد میں مغرب تک دربارِ عام فرماتے۔ مغرب کی نماز ادا فرمانے کے بعد قرآن کریم کی کسی آیت کی تفسیر بیان فرماتے اور یہ سلسلہ نمازِ عشا تک جاری رہتا۔"

ضمیمۂ جواہر السلوک میں مرقوم ہے: "ہر جمعہ در مردان و ہر سہ شنبہ در زنان وعظ می نمود"۔ مردوں میں ہر جمعہ اور عورتوں میں ہر سہ شنبہ تقریر فرمایا کرتے تھے۔

حضرت قطب ویلور کی ذاتِ گرامی سے

حضرت قطبِ ویلور کی اسیری و رہائی

جب وسیع پیمانہ پر دعوت و اصلاح کا کام ہونے لگا تو بعض شر پسندوں نے ۱۲۵۵ھ میں آپ کے خلاف حکومت میں یہ شکایت درج کروائی کہ آپ مسلمانوں کو برطانوی حکومت کے خلاف جہاد پر ابھار رہے ہیں اور حکامِ وقت کو بھی اس لیے شبہ ہو گیا کہ آپ نے ملکہ وکٹوریہ کو مکتوب بھیجا تھا جس میں ملکہ اور دوسرے تمام عیسائیوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تھی۔ اور ملکہ نے بھی اس مکتوب کا جواب دیا تھا کہ یہ شہزادی حکومتِ برطانیہ کی فرمانروا ہے مجھے قبولِ اسلام میں چند مجبوریاں حائل ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ مذہبِ اسلام ایک سچا دین برحق ہے۔ میں آپ کی حق گوئی اور بے باکی کی داد دیتی ہوں۔ اسی مکتوب کے ساتھ ملکہ نے آپ کی خدمت میں ایک سو روپیہ ماہوار وظیفہ کی پیش کش بھی کی تھی لیکن آپ نے شکریہ کے ساتھ واپس کر دیا اور لکھ بھیجا تھا کہ بندہ کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ فقیر تو اس وقت خوش ہوتا جب کہ آپ مشرف با اسلام ہو جاتیں۔

مذکورہ واقعہ سے اور آپ کے خلاف افواہوں کی وجہ سے حکام نے آپ

قید کرنے اور مقدمہ چلانے کا حکم جاری کیا۔ ان دنوں حضرت قطب ویلور نے ایک خواب دیکھا جس کے بعد خود کو حکام کے حوالہ کیا۔ اور کسی قسم کی مزاحمتی کارروائی نہیں کی اور چینوز کی جیل میں تقریباً پچاس دن نظر بند رہے۔ اس خواب کا تذکرہ شاہ عبدالحی بنگلوری نے "مطلع النور" میں کیا ہے کہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے والد ماجد، جدِ امجد اور فرجد کی مزارات پر جو قبہ ہے اس قبہ سے لے کر آسمان تک ایک شعلۂ نور فروزاں ہے جس سے زمین وآسمان درخشاں ہیں اور اس قبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور آپ کے سامنے حضرت فرجی انتہائی ادب واحترام کے ساتھ کھڑے ہیں۔ اور آپ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا پہنچے اور سلام عرض کرتے ہوئے کمال ادب وتعظیم سے دور جا کھڑے ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنے قریب بلایا اور سلام کا جواب دیتے ہوئے اپنا دستِ مبارک آپ کے سینہ پر رکھا اور ارشاد فرمایا: یا ولدی لا بأس لک

حضرت قطب ویلور فرماتے ہیں: حضور اکرمؐ نے اپنا دست اقدس میرے سینے پہ رکھا تو قلب میں خنکی اور ٹھنڈک محسوس ہوئی۔ خواب سے بیدار ہونے کے بعد میری بے چینی اور اضطراب کی کیفیت زائل ہوگئی۔

حضرت قطب ویلور کو حوالات میں رکھنے کے بعد الزامات کی تحقیق کی گئی اور تقریباً ایک سال تک یہ ہنگامہ جاری رہا جب آپ بری الذمہ ثابت ہوئے۔ تو آپ کو باعزت رہا کر دیا گیا۔ اور یہ حق بھی دے دیا گیا کہ آپ کسی کے خلاف ہتک عزت کا دعویٰ دائر کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ لیکن آپ نے اپنا فیصلہ سنا دیا کہ میں نے للہ سب کو معاف کر دیا۔ آپ کے اس عفو ودرگزر اور اخلاق حسنہ کو دیکھ کر عدالت متاثر ہوئی اور افترا پرداز سرنگوں اور پشیمان ہو گئے۔

صاحب "مقالات طریقت" لکھتے ہیں کہ:

عدلیہ میں جب حضرت قطبؒ ویلور سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا آپ نے جہاد کا وعظ کیا تھا تو حضرت نے فرمایا: ہمارے قرآن کریم میں کفار سے جہاد کا حکم ہے اور وہ ہمارے ایمان کی بات ہے۔ تم لوگ تو اپنے آپ کو کتابی کہتے ہو۔ کیا تم کو اپنے کفر کا اقرار ہے۔ یہ سُن کر سب انگریزوں نے سکوت اختیار کیا۔

ملکۂ برطانیہ کی خدمت میں دعوتِ اسلام کا مکتوب

حضرت قطب ویلور نے ملکۂ انگلستان اور اس کے وزراء اور تمام عیسائیوں کے نام دعوتِ اسلام کا جو مکتوب بھیجا تھا وہ ترجمہ کے ساتھ درج ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی خلق الانسان من نطفة فجعله سمیعًا وبصیرًا واعطاه قلبًا منیرًا ثم وهب لمن اراد فی العاجلة نعیمًا وملکًا کبیرًا۔ وربّی بدنه وقلبه لتربیة بدنه صب الماء صبًا وشق الارض شقًا وانبت فیها حبًا وعنبًا وقضبًا وزیتونًا ونخلًا وحدائق غلبًا وفاکهةً وابًا متاعًا لکم ولانعامکم ولتربیة قلبه ارسل رسلًا هداة الی خالقه وربّه

ایها الملک! کان عیسٰی رسول اللہ وعبدہٗ کما کان موسٰی ومحمد رسول اللہ عبدہٗ ایّدهم اللہ بالآیات والمعجزات لتمیز الصادق عن الکاذب فی دعوی الرسالات وما کانوا الٰها ومعبودا۔

ایها الملک!

جاء عیسٰی بآیات عن ربه یصوّر من الطین کهیئة الطیر فینفخ فیه فیکون طیرا باذن اللہ ویبرئ الاکمه والابرص ویحیی الموتٰی باذن اللہ کما جاء موسٰی یفلق البحر وجاء محمدؐ یشقق القمر فقد جاؤا بالمعجزات والنباء العظیم۔ وقالوا ان اللہ ربی وربکم فاعبدوه هذا صراط مستقیم۔

كان عيسى مخلوقا من غير الاب كما كان آدم من غير الاب والامّ فكيف يكون خالقا وربّا۔

ايها الملك!

كان عيسى عبدا مغلوبا من اليهود وان الله غالب على كل شيئ فالعبد المغلوب كيف يكون الٰها ومعبودا۔

ايها الملك!

يوخذ العبد بذنبه لا بذنب غيره ولا تزر وازرة وزر اخرى فكيف اخذ الله عيسى بذنب اُمتّه والقاه فى جهنم واخذ بعقوبته۔

ايها الملك!

اخذ البرّى بذنب غيره ظلم فاحش والله عادل فكيف يكون ظالما سبحانه وتعالىٰ عمّا يقولون۔

ايها الملك!

بشّر يحيىٰ بان النبى الكبير يأتى من بعدى كما فى الباب الثالث من متّى۔ وكان عيسى نبيًا مبعوثًا الى بنى اسرائيل حاضرًا بين يدى يحيي فكيف يكون نبيًا مبشرًا۔

ايها الملك!

ما ادعى احد من الانبياء الذين سبقوا على نبينا محمد بانقطاع النبوة فكيف خلا الزمان الى هذا الامر البعيد عن النبى ناصحًا امينًا۔

ايها الملك!

ادّعى نبيّنا بانه نبى مبعوث الى الناس كافة وخاتم الانبياء ولم يأت نبىٌ بعده كما ادّعاه فكيف لم يكن نبيًا مبشرًا خاتمًا

ايها الملك!

ان الانكار من عمّال الملك بغي كذلك الانكار من انبياء الله كفر. وان الانكار من نبي الله عيسىٰ كفر كذلك الانكار من نبي الله محمّد كفر. عصمنا الله تعالىٰ عمّا ينكرون۔

ايها الملك!

ان البغي موجب للآفات كذلك الكفر مورث للعقوبات وانّ في اطاعة الملك وعامله امن وراحة وليس في عيش المطيع ولا في سكونه نقبة كذلك في الايمان بالله ونبيه امان وجنّة. وليس في دولة الملك ولا في ملكه ثلمةٌ۔

ايها الملك!

الدولة الفانية سمٌّ قاتل والملك ظل زائل بحادثٍ او وارثٍ فالموت حق والبرزخ حق والبعث حق والحساب حق وعلم الله بالسرو العلانية حق والجنة والنار حق، خف من الله تعالىٰ فانه خلقك وربّاك واعطاك ملكا وبيده الحيوٰة والموت والبعث والحساب والعفو والعقاب انه هو الغفور الرحيم وان بطشه شديد و عذابه اليم۔

ايها الملك!

لا تجعل مع الله الٰهًا اٰخر فتلقىٰ في جهنم ملومًا مدحورًا۔

ايها الملك!

ان اهل الكتاب لم يعبدون المخلوق ويذرون الخالق وهم يعقلون ولم يلبسون الحق بالباطل ويكتمون الحق وهم يعلمون۔

ایھا الملک!

انی لا اقول لاهل الکتاب إلّا ان تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا الله ولا نشرک به شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون الله فان تولّوا فاشهدوا بانا موحدون۔

ایھا الملک!

انی ادعوک الی الله تعالی و توحیده اَسلِم تَسلَم یؤتک الله اجرک مرتین اجرک و اجرا لتابعین فان تولیت فعلیک اثمک و اثم المطیعین۔ ایھا الملک! انی لست بنبیّ ولا رسول ولکنی لجدی محمد رسول الله وارثٌ ولأخوتی حارثٌ۔ یا ایھا الملک!

انی لک ناصح امین ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا بالله علیه توکلت والیه انیب۔

ایھا الملک!

ما اسئلک علیه من اجر ان اجری الا علی رب العالمین۔

من محی الدین خاتم النبیین الی المملکة الوکتوریه و ارکان المشرکة و سائر العیسویون۔ هداهم الله الی سبیل الرشاد و حماهم عن کل شر و فساد۔

ترجمۂ مکتوب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

تمام تعریفات اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں جس نے انسانوں کو نطفے سے پیدا کیا۔ پھر اس کے کان اور ناک بنائے اور ایک روشن قلب عطا کیا۔ پھر دنیا میں جس کو چاہا دولت اور ملک عطا کیا۔ پھر اس کے قلب اور جسم کی تربیت فرمائی۔ اس کے جسم کی تربیت کے لیے اوپر سے پانی برسایا اور زمین کو پھاڑ کر چیرا اور اس کے

اندر سے غلّے، انگور، ترکاریاں، زیتون، کھجور، گھنے باغ، میوہ، چارہ اس کے اور اس کے جانوروں کے فائدے کے لیے اگایا۔ اور اس کی قلبی تربیت کے لیے رسولوں کو اس کے رب اور خالق کی جانب راستہ بتانے کے لیے مبعوث فرمایا۔

اے ملکہ! حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تائید معجزے اور نشانی کے ذریعہ فرمائی تاکہ رسالت کے دعویٰ میں جھوٹے اور سچے الگ ہو جائیں اور یہ حضرات معبود اور الٰہ نہیں ہیں۔

اے ملکہ! حضرت عیسیٰ اپنے رب کی نشانیوں کے ساتھ آئے تھے۔ مٹی سے پرندے کی صورت بناتے تھے اور اس میں پھونکتے تھے تو وہ پرندہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو جاتا تھا اور مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتے تھے اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا تھا۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام دریا کو پھاڑتے تھے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور چاند کو شق فرمایا۔ بیشک یہ سارے نبی معجزات اور کتاب عظیم کے ساتھ تشریف لائے اور سبھوں نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ ہمارا اور تمہارا رب ہے لہٰذا اسی کی عبادت کرو اور سیدھی راہ یہی ہے۔

اے ملکہ! حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام بغیر ماں اور باپ کے پیدا ہوئے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام خالق اور رب کیسے ہو سکتے ہیں؟

اے ملکہ! حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک بندۂ مغلوب یہود سے تھے اور اللہ ہر چیز پر غالب ہے۔ لہٰذا عبد مغلوب کیوں کر معبود اور الٰہ ہو سکتا ہے؟

اے ملکہ! بندہ اپنے گناہ کے سبب سے پکڑا جاتا ہے۔ غیر کے گناہ سے نہیں۔ اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا ہے تو اللہ نے کیوں کر حضرت عیسیٰ کو اُن کی امت کے بدلے پکڑا اور ان کو دوزخ میں ڈال کر عذاب میں ماخوذ کیا۔

اے ملکہ! کسی بے گناہ آدمی کو غیر کے گناہ کے سبب گرفتار کرنا کھلا ظلم ہے۔ اور اللہ کی ذات عادل ہے تو اللہ تعالیٰ کیسے ظالم ہوگا اور ان باتوں سے اس کی ذات

پاک اور بلند ہے۔ جو کفار کہتے ہیں۔

اے ملکہ! حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اپنے بعد ایک بزرگ[1] نبی کے آنے کی بشارت دی جیسا کہ انجیل متّی کے تیسرے باب میں ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی جانب حضرت یحییٰ کی موجودگی میں نبی بنا کر مبعوث کیے گئے تو حضرت یحییٰؑ کی بشارت حضرت عیسیٰؑ کے لیے کیسی ہوگی۔

اے ملکہ! پیغمبروں میں جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے ہوئے ہیں، کسی نے بھی ختم نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تو کس طرح زمانہ مدت دراز تک نبی ناصح امین سے خالی رہے گا۔

اے ملکہ! ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کے ساتھ دعویٰ کیا کہ وہ تحقیقاً نبی ہیں اور تمام انسانوں کی جانب بھیجے گئے ہیں، یقیناً وہی خاتم الانبیاء ہیں، کیوں کہ کوئی نبی ان کے بعد نہیں آیا جیسا کہ انھوں نے دعویٰ کیا۔ تو نبی مبشر کیسے خاتم النبیین نہ ہوں گے۔

اے ملکہ! بے شک عاملوں اور سفیروں سے انکار بادشاہ سے بغاوت ہے اسی طرح اللہ کے نبیوں سے انکار کفر ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت عیسیٰؑ کا انکار کفر ہے۔ ایسا ہی اللہ کے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کفر ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے جو انکار کرتے ہیں محفوظ رکھے۔

اے ملکہ! بے شک بغاوت آفتوں کے لیے سبب ہے اسی طرح کفر، عذاب کے لیے سبب ہے۔ اور یقیناً بادشاہوں اور عاملوں کی اطاعت میں امن و راحت ہے اور فرماں برداروں کے عیش و سکون میں کوئی رخنہ نہیں ہے اسی طرح اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ

ف[1] بزرگ نبی سے مراد ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔

ایمان لانے میں اذن اور جنّت ہے اور بادشاہ کے ملک و دولت میں کوئی رخنہ نہیں ہے۔

اے ملکہ! مال و دولت فانی اور زہر قاتل ہے۔ بادشاہت و حکومت ڈوبنے والا سایہ ہے کسی حادثہ یا کسی وارث سے زائل ہو جاتا ہے۔ پس موت حق ہے۔ برزخ حق ہے۔ بعث بعد الموت حق ہے۔ حساب حق ہے اور اللہ تعالیٰ کا ظاہر و پوشیدہ کو جاننا حق ہے۔ جنّت و دوزخ حق ہے۔

اے ملکہ! اللہ تعالیٰ سے ڈر۔ اس لیے کہ اللہ نے تجھ کو پیدا فرما کر تیری پرورش کی اور تجھے سلطنت عطا فرمایا اور اسی کے قبضہ میں حیات و ممات اور موت کے بعد زندہ کرنا اور حساب، عفو اور عتاب ہے۔ بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ اور بلاشبہ اس کی گرفت سخت اس کا عذاب دردناک ہے۔

اے ملکہ! اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود نہ ٹھہرا کیوں کہ وہ ملامت کیا ہوا اور روندا ہوا دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

اے ملکہ! اہل کتاب مخلوق کو کیوں پوجتے ہیں اور خالق کو کیوں چھوڑتے ہیں۔ حالاں کہ عقل و فہم رکھتے ہیں۔ اور کس واسطے حق کو باطل کے ساتھ چھپاتے ہیں حالاں کہ سب جانتے ہیں۔

اے ملکہ! میں اہل کتاب کو نہیں کہتا۔ مگر یہی بات کہ ایک بات کی جانب آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔ وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں۔ اور ہم میں کا بعض، بعض کو سوائے اللہ کے معبود نہ ٹھہرائے۔ پس اگر تم پھر جاؤ تو گواہ رہو اس بات کے ساتھ کہ ہم موحد ہیں۔

اے ملکہ! میں تم کو اللہ اور اس کی توحید کی جانب بلاتا ہوں۔ اسلام لاؤ تو سلامت رہو گی اور تجھ کو اللہ دو اجر دے گا۔ تیرا بدلہ اور تیرے تابعین کا بدلہ اور اگر تم پھر گئیں تو تجھ پر تیرا گناہ اور تیرے تابعین کا گناہ ہے۔

اے ملکہ! بے شک میں تم کو نصیحت کرنے والا ہوں اور سوائے نیکی کے اور کوئی ارادہ نہیں رکھتا ہوں۔ جس قدر کہ طاقت رکھتا ہوں۔ بس توفیق و ہدایت تو اللہ ہی کی جانب سے ہے۔ اور میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی جانب رجوع کرتا ہوں

اے ملکہ! میں اس دعوتِ اسلام کی پیش کش کے ضمن میں تم سے کوئی بدلہ اور عوض نہیں چاہتا ہوں۔ بے شک میرا بدلہ رب العالمین پر ہے۔ اے ملکہ! بے شک میں نبی ورسول نہیں ہوں لیکن میں اپنے جدِ امجد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث ہوں اور اپنی آخرت کا کاشت کار ہوں۔ محی الدین وارث خاتم المرسلین کی جانب سے ملکہ وکٹوریہ اور اس کے وزراء اور تمام عیسائیوں کی خدمت میں یہ پیغام حاضر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو سیدھے اور واضح راستے کی جانب ہدایت دے اور ان کو گمراہی اور فساد سے بچائے۔ آمین!

حضرت قطبؒ ویلور نے ملکۂ انگلستان اور اس وزراء اور عیسائیوں کو اسلام کی دعوت دینے کے بعد ہندوستان کے راجاؤں اور یہاں کے غیر مسلم باشندوں کو اسلام کی جانب مائل کرنے کی جد وجہد شروع کردی اور ۱۲۸۵ھ میں ایجاد نگر، صبح کونگرد کالیستر، ویکٹ، ترونڈرم اور کوچین کے راجاؤں کی خدمت میں مولانا سید حفیظ الدین مولانا سید علی کی معرفت دعوت اسلام کے مکاتیب بھیجا۔ چناں چہ مولانا شاہ عبداللہ کے نام ایک مکتوب میں تبلیغ کی اہمیت، داعی کے انتخاب اور اس کی صفات اور مدعو کے ساتھ انتہائی نرمی اور حسن معاملہ وغیرہ سے متعلق ان الفاظ میں ہدایت فرمارہے ہیں۔

"دو قطعہ دعوت نامہ یکے برا جایان، دویم بسائر مشرکان ملفوف اند۔ در جائے خالی الی الامیر ابن الامیر یا الی الامیر الکبیر راجہ صاحب فلاں موضع نوشتہ معقول آں بر چھاپہ یا بکتابت کنانیدہ بکمال نرمی و آشتی و عزت و احترام در بلاد آصفیہ بواسطۂ مردانِ لائق دعوت نامہا روانہ فرمانید و ہم چنیں مشغول دعوت باطنی باشند۔ کار ایں است غیر ایں ہمہ ہیچ۔"

"دعوتِ اسلام کے رقعے دو قسم کے بھیج رہا ہوں (۱) راجاؤں کے نام ،
۲. تمام مشرکوں کے نام - خالی جگہ میں امیر ابن امیر یا امیر کبیر راجہ صاحب فلاں موضع لکھتے ہوئے دعوت ناموں کو چھاپ کر یا کتابت کر کے کمال نرمی و آشتی اور عزت و احترام کے ساتھ بلادِ آصفیہ میں کسی لائق اور قابل آدمی کے ذریعہ روانہ فرمائیں ہمیشہ اصلاح و دعوت میں مصروف اور منہمک رہیں اصل کام تو یہی ہے باقی سب ہیچ"

ہندوستان کے راجاؤں کی خدمت میں جتنے مکاتیب روانہ کئے گئے ہیں سب کا مضمون قریب قریب ایک ہی ہے

ہندوستان کے راجاؤں کی خدمت میں دعوتِ اسلام کا مکتوب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریف اللہ کو ہے۔ جس نے انسان کو نطفے سے پیدا کیا اور شنوا و بینا بھی کیا۔ پھر ہوش والا دِل دیا۔ اور راجہ بھی بنایا۔ پھر انسان کے تن کو پالنے مینہ برسایا اور قسم قسم کے اناج، میوے، زیتون، گڈے، گنّے (گھنے) باغ اور گھانس بھی اگایا تاکہ اس کو اور اس کے چارپایوں کو کام آئے۔ اور انسان کے دِل کو پالنے پیغمبروں کو بھیجا تاکہ پہچانت (معرفت) اپنے پیدا کرنے والے اور پالنے والے کی سکھاوے۔ پھر پیغمبروں کی سچوئی (سچائی) کے لیے معجزات دیا جیسا کہ معجزہ شق القمر کا حضرت محمد صلعم کو، اور معجزہ مُردے جلانے کا حضرت عیسیٰؑ کو اور معجزہ بحر احمر میں پار پاٹ (عبور) کرنے کا حضرت موسیٰؑ کو، یہ سب پیغمبران علیہم الصلوٰۃ والسلام خدا کے مقرب بندے تھے۔ اور خدا ہی کی پوجا کرتے اور (لوگوں کو بھی) کراتے تھے۔

اے راجہ! یہ مورتاں جماد ہیں۔ بے جان توڑی پھوڑی تو اپنی کو نہیں بچاتی ہیں، ہم کو کیا بچائیں گی۔؟

اے راجہ! یہ مورتاں نہ سماعت (کان) رکھتی ہیں، نہ بصارت (آنکھ)
آواز ستار اور سارندی (سارنگی) کی کیا سنتی اور ناچ کیا دیکھتی؟

اے راجہ! یہ مورتاں کو نہ ہاتھ کرنے کا ہے اور نہ پاؤں چلنے کا ہے، نہ دل حاجت روائی کا۔ ہاتھ اور پاؤں اور دل والا انسان اپنے پیدا کرنے والے اور پالنے والے کو چھوڑ کر، یہ مورتاں کی پوجا کرنا اور مراد اِن سے مانگنا بڑی بے عقلی ہے۔

اے راجہ! یہ مورتاں نہ کسی کو نفع پہنچاتی ہیں اور نہ نقصان۔ گدھا مورتوں سے پیٹھ لگڑتا ہے۔ اور کتا ان پہ پیشاب کرتا ہے۔ انسان کا ہوش میں حیوان سے کم ہونا اور مورتوں کی پوجا کرنا بڑی نادانی ہے۔

اے راجہ! جیسا جسم کی کثرت میں حاکم ایک ہی جان ہے، ویسا ہی اجسام و ارواح کی کثرت میں حاکم ایک ہی خدا ہے۔ پھر جیسا جان جسم میں مخفی ہے۔ ویسا ہی خدا بھی اجسام و ارواح میں مخفی ہے۔ جیسا جان کو جسم سے پہچانتے ہیں ویسا خدا کو اجسام اور ارواح سے پہچانتے ہیں۔ پھر جیسا پرورش جسم کی جان سے ہے ویسا سب اجسام اور ارواح کی پرورش خدا سے ہے۔ لیکن پیدا کرنا خدا ہی کا کام ہے، پیدا کرنے میں کسی مخلوق کو دخل نہیں۔ سب مخلوق مل کر ایک تل کا دانہ بنانے کی قدرت نہیں رکھتے ہیں۔ انسان کا ایسے خدا کا پوجا چھوڑنا اور مورتوں کا پوجا کرنا بڑی بے انصافی ہے۔

اے راجہ! یہ مورتاں اپنا پوجا کرنے کے لیے زبردستی نہیں کرتی، بلکہ چاہتی بھی نہیں۔ اور مورتوں کا پوجا چھوڑے تو ملک اور دولت اور عیش و آرام میں خلل بھی نہیں۔ پھر انسان کا بے سبب خدا کا حق مورتاں کو دینا اور حق کا پوجا چھوڑ کر مورتاں کا پوجا کرنا بڑی نمک حرامی ہے۔ کھانا کس کا، گانا کس کا؟

اے راجہ! دنیا فانی اور سمِ قاتل ہے اور ظلِ ملک زائل ہے، زوال

پاتا ہے حادث سے۔ یا بدل جاتا ہے وارث سے۔ پس موت حق ہے اور حساب حق ہے اور اللہ کا انسان کے ظاہر و باطن کو جاننا حق ہے۔ اور جنّت و دوزخ حق ہے ڈرو تم اللہ سے جس نے تم کو پیدا کیا اور پالا اور ملک دیا۔ اور اسی کے ہاتھ میں حیات ممات، قیامت، حساب، عفو اور عذاب ہے۔ بے شک خدا غفور اور رحیم ہے۔ اور بے شک اس کا مواخذہ دردناک اور شدید ہے۔

اے راجہ! خدا کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ۔ شریک ٹھہرانے والا دوزخ میں پڑے گا۔ پھر مسلوم اور حق کی رحمت سے دور رہے گا۔

اے راجہ! میں تم کو خدا کی طرف اور خدا کی توحید کی طرف بلاتا ہوں۔ تم قبول کرو گے تو سلامت رہو گے۔ خدا تم کو دہرا اجر دے گا۔ تمہارا اجر اور تمہارے تابعین کا۔ قبول نہ کرے تو تمہارے اوپر تمہارا اور تمہارے متبعین کا گناہ ہے۔

اے راجہ! یہ مورت والے کس لیے حق کو باطل کا لباس پہناتے ہیں۔ اور جانتے بوجھتے حق کو چھپاتے ہیں۔

اے راجہ! مورت والوں کو میں یہی بولتا ہوں کہ آؤ ایک بات پہ جو برابر ہے ہمارے اور تمہارے میں۔ یہ کہ پوجا نہ کریں کسی کی سوائے خدا کے اور شریک نہ ٹھہرائیں کسی کو خدا کے ساتھ اور نہ پکڑیں خدایاں ہم مخلوقات کو اور یہ بات قبول نہ کریں تو اس بات کی گواہی دو کہ ہم موحد ہیں۔

اے راجہ! میں نہ نبی ہوں، نہ رسول، لیکن میرے جد محمدؐ رسول اللہ صلعم کا وارث اور آخرت کا حارث۔

اے راجہ! میں تمہارا معتبر خیر خواہ ہوں۔ جہاں تک ہو سکے میں سنوارنا چاہتا ہوں اور یقین لاتا ہے اللہ سے اس پہ بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع ہوں۔

اے راجہ! میں نہیں مانگتا ہوں اس پر مزدوری، میری مزدوری رب العالمین پر ہے۔

اے راجہ! ہمارے اللہ کو پکارنے والے اور پالنے ہارا کو تو ہے تو مشکل آسان ہو سکتا ہے۔ ایسے سکت والے کو چھوڑ کر بے سکت مورتوں کو پکارنا، اس سکت والے کے پاس بڑی خرابی ہے۔

یہ اظہار محی الدین وارث محمدؐ سید المرسلین کا اپنے بھائیوں اور ہوش والے آدمیاں کے لیے ہے۔ خدا ان کو سبیل رشاد پر چلنے والے بنا دے۔ اور ہر شر و فساد سے بچاوے۔

حجاز مقدس کا سفر

۱۲۶۵ھ میں حضرت قطبؒ ویلور حجاز مقدس تشریف لے گئے اور وہاں تین سال مقیم رہے۔ اس سفر کے دوران جہاں آپ کی ذات گرامی سے بہت سارے لوگوں کو علمی و روحانی فیض پہنچا۔ وہاں آپ کو بھی وہاں کے علماء و صوفیا سے فائدہ پہنچا اور آپ نے وہاں کے حالات وغیرہ کا قریب سے مطالعہ اور مشاہدہ کیا اس سفر میں آپ طائف بھی تشریف لے گئے اور وہاں چند دن قیام فرمایا۔ اور آپ کی یہ عربی تصنیف "رسالہ الف مقام" اسی فردوسِ حجاز کی خوش گوار فضا میں جلوہ نما ہوئی۔

حضرت قطبؒ ویلور کی خدمت میں شریف مکہ کی حاضری

حضرت قطبؒ ویلور سے شریف مکہ کی ملاقات کا حال ایک فارسی قلمی بیاض سے ہم یہاں نقل کر دیتے ہیں۔

"چوں حضرت شاہ محی الدین قادری بہ بیت اللہ رسیدند، شریف مکہ از قدوم فیض لزوم آنحضرت خبر یافتہ بکمال ابتہاج و مسرت دلے کمال تعظیم و توقیر بدرجہ اتم مرعی داشتہ

استدعا ترجمہ کتاب (اثنا عشریہ) ممدوح بسیار از آرزو و خواہش خود نمودہ تا آنحضرت ملتمس او را مبذول داشتہ میان عظمت بر آن کار عظیم بستہ در چندیں ایام از بار ہمت ترجمہ آن فارغ البال گشتہ عزم بالجزم مراجعت وطن مالوف خویش نمودہ الخ۔

سلطانِ روم کو مدت دراز سے یہ خواہش دامنگیر تھی کہ اگر کوئی عالم شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی کتاب تحفۂ اثنا عشریہ کو فارسی سے عربی میں ترجمہ کر دے تو اس کا مطالعہ کیا جائے۔ اس آرزو کی تکمیل کے لیے شریف مکہ کو اطلاع بھجوائی کہ ہندوستان سے کوئی عالم عربی و فارسی پر عبور رکھنے والا مکہ مکرمہ آئے تو اس کتاب کا عربی میں ترجمہ کروائیں اور مترجم کو کتاب کے ساتھ ہماری حکومت میں بھیج دیں۔

چنانچہ حضرت قطبؒ ویلوری جب مکہ مکرمہ پہنچے تو شریف مکہ آپ کے قدوم فیض لزوم سے بہت مسرور ہوا۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اثنا عشریہ کو عربی میں ترجمہ کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے اس مفید کام کی اہمیت اور ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے قبول فرمایا اور چند دنوں کے اندر اندر اس کارِ عظیم کو مکمل کیا۔ سلطانِ روم کی خواہش کے مطابق شریف مکہ آپ کو روم بھیجنا چاہا تو آپ نے جانے سے معذرت کی۔ سلطانِ روم جب ترجمۂ کتاب ملاحظہ کیا تو بے پایاں مسرور ہوا اور حضرت قطبِ ویلوریؒ روم تشریف نہ لانے پر بہت رنجیدہ اور متاسف ہوا۔

حضرت مولانا شاہ اسحٰقؒ مہاجر مکیؒ سے روابط اور سندِ حدیث

مکہ مکرمہ میں سکونت کے دوران حضرت قطبؒ ویلوری نے حضرت شاہ اسحٰق مہاجرؒ کی صحبتوں سے بھی استفادہ فرمایا۔ چنانچہ ان دونوں بزرگوں کے درمیان نہایت خوشگوار تعلقات قائم ہوئے۔ شاہ صاحب نے آپ کو تبرکاً سندِ حدیث بھی دی جس کا تذکرہ صاحبِ "نزہتہ الخواطر" نے بھی کیا ہے۔ "صحب الشیخ اسحٰق بن

افضل العمرى الدهلوى المهاجر بمكة الشريفة واخذ عنه الحديث واجازة الشيخ المذكور۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين وعلى اله واصحبه اجمعين ۔ امّا بعد

فيقول العبد الضعيف الحقير خادم علماء الآفاق محمد اسحٰق ان الشيخ الجليل صاحب الفضل المبين الشيخ محى الدين سلمهٗ الله الى يوم الدين ۔ طلب منى اجازة بعض كتب الحديث فاجزت له اجازة لكتب الصحاح الستة البخارى والمسلم وسنن ابى داؤد و الجامع الترمذى وسنن النسائى وابن ماجه القزوينى ۔ وايضاً اجزت له المشكوٰة المصابيح والحصن الحصين للجزرى وحصل لى الاجازة والقرأة بهذه الكتب من الشيخ الذى فاق بين اقرانه بالتميز اعنى الشيخ عبد العزيز رحمه الله تعالى ۔ وحصل له الاجازة عن والده الشيخ ولى الله المحدث الدهلوى العارف بالله وحصل له الاجازة عن الشيخ ابى طاهر المدنى وهو حصل الاجازة عن والده الشيخ ابراهيم المدنى وباقى سند مذكور فى محلّه ۔

حررة فى المكة المعظمة فى الشهر الجمادى الاولى سنة ١٢٦٣ الهجرية على صاحبها الف الف صلوة وتحية ۔

محمد اسحٰق

ط الانتباه فى سلاسل الاولياء ۔

مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران حضرت قطبؒ ویلوری نے ایک خواب دیکھا کہ کعبۃ اللہ میں ایک چھوٹا سا پودا نمودار ہوا۔ جو دیکھتے ہی دیکھتے ایک تناور سایہ دار درخت بن گیا۔ اور اس کا سایہ کعبۃ اللہ پر محیط ہوگیا۔ نیند سے بیدار ہوئے تو سب سے پہلے حضرت شاہ اسحٰق مہاجر سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ خیریت دریافت کے بعد آپ نے شاہ صاحب سے اپنے خواب کا ذکر کیا تو شاہ صاحب بہت محظوظ ہوئے اور اس کی تعبیر یہ بتلائی کہ آپ کو ایک فرزندِ صالح پیدا ہوگا۔

اہل اللہ پر اسرار و مغیبات کے انکشاف اور ان کو حاصل ہونے والی عنایات ربانی کا علم بھی بڑا ہی عجیب و غریب ہے کہ اس وقت حضرت قطبؒ ویلور اپنی عمر کے ساٹھویں منزل میں قدم رکھے ہوئے ہیں اور ہنوز نکاح بھی نہیں کیا ہے۔ لیکن رویائے صادقہ کے ذریعہ فرزندِ صالح کی بشارت دی جارہی ہے: ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشآء۔

مکۃ المکرمۃ میں چند ماہ قیام کرنے کے بعد حضرت قطبؒ ویلور مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ یہاں پہنچنے کے بعد آپ کو وہ نعمت عظمیٰ حاصل ہوگئی جس کی تلاش ہر عاشق رسولؐ کو مدتوں سے ہوا کرتی ہے۔ اپنے آقا و مولیٰ کی محبت و الفت دل میں اس قدر رچ گئی اور پیوست ہوگئی کہ روضۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک لمحہ کے لیے غائب اور دُور رہنا پسند نہیں تھا۔ حتّٰی کہ اس زمینِ سعادت نگاہ دارین میں زیست و مرگ کا عہد استوار کرلیا۔

ایک روز حضرت قطبؒ ویلور روضۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوئے اور اندر داخل ہونا ہی چاہتے ہیں کہ دربانوں نے جانے سے روکا تو آپ سے یہ امتناع سہا نہ گیا۔ بڑی بے تابی اور فرطِ غم کے ساتھ باہر ہی سے بارگاہِ رسالت میں بلند آواز کے ساتھ سلام پیش کیا۔ السلام علیکم یا جدیؐ۔ گنبدِ خضریٰ سے سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ندائے مقدس آئی۔ تعال یا ولدی۔ تمام زائرین اور دربان انگشت بدنداں رہ گئے اور آپ کے ساتھ کئے جانے والے سلوک بد پر نادم و پشیمان ہوگئے۔ اس واقعہ کے بعد آپ ہر روز بلاناغہ

بغیر کسی رکاوٹ کے روضۂ نبویؐ میں داخل ہوتے تھے اور روضۂ مبارکہ کی جاروب کشی اور قندیلوں کو صاف کیا کرتے تھے۔ اسی طرح حرم نبویؐ کی پرکیف ایمانی و روحانی فضاؤں میں زندگی کی صبحیں اور شامیں بسر ہو رہی تھیں۔

بارگاہِ رسالتؐ سے ہندوستان واپس جانے کا حکم

ایک شب خواب دیکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرۂ اقدس کے باہر جلوہ فرما ہیں اور آپ کی والدۂ ماجدہ بھی حاضر ہیں اور آپ کو بلا رہی ہیں۔ اور حضورؐ اکرمؐ آپ سے مخاطب ہو کر فرما رہے ہیں رُح یا ولدی. جاؤ! اے میرے فرزند! نیند سے بیدار ہوئے اور اپنے محبوب اور رحیم رسولؐ سے جدائی کے تصور سے بے چین اور مضطرب ہو گئے۔ مگر اب لوٹنے کے سوا کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ کیوں کہ بارگاہ رسالتؐ سے کوچ کا حکم مل چکا تھا۔ لہذا ہندوستان واپسی کے لیے رخت سفر باندھ لیا۔ آپ کے خادم خاص اور سفر کے حاضر باش مولانا حسین محمود فرماتے ہیں :

مراجعتِ وطن

مدینۂ منورہ سے نکلتے وقت آپ زیارت نبویؐ کے ارادہ سے روضۂ مقدس کی جانب گئے تو میں بھی ساتھ ہی ساتھ رہا۔ حرم نبویؐ پہنچے تو دروازہ پر اپنا سر رکھ دیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور آپ پر بے خودی اور رقت طاری ہو گئی۔ میں قریب ہی باادب منتظر کھڑا رہا۔ دفعتاً آپ پر خواب کا غلبہ ہوا۔ اور بہت دیر کے بعد بیدار ہوئے۔ تو اپنی زبان مبارک سے الحمدللہ فرمایا۔ اب آپ کے چہرے پر حزن و ملال کے آثار دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ سارا چہرہ نور سے چمک رہا تھا۔ انتہائی خوشی اور اطمینان کے ساتھ آپ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ سفر کے درمیان میں نے عرض کیا: روضۂ نبویؐ پہ حاضری سے قبل آپ حد درجہ حزین اور ملول تھے اس کے بعد حیرت انگیز طور پر آپ کے اندر خوشی و طرب اور بشاشت دیکھنے میں آئی۔ اس کی

بغیر کسی رکاوٹ کے روضۂ نبویؐ میں داخل ہوتے تھے اور روضۂ مبارکہ کی جاروب کشی اور قندیلوں کو صاف کیا کرتے تھے۔ اسی طرح حرم نبویؐ کی پُرکیف ایمانی و روحانی فضاؤں میں زندگی کی صبحیں اور شامیں بسر ہو رہی تھیں۔

بارگاہِ رسالتؐ سے ہندوستان واپس جانے کا حکم

ایک شب خواب دیکھتے ہیں کہ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرۂ اقدس کے باہر جلوہ فرما ہیں اور آپ کی والدۂ ماجدہ بھی حاضر ہیں اور آپ کو بلا رہی ہیں۔ اور حضورؐ اکرمؐ آپ سے مخاطب ہو کر فرما رہے ہیں "رح یاولدی" جاؤ! اے میرے فرزند! نیند سے بیدار ہوئے اور اپنے محبوب اور حریم رسولؐ سے جدائی کے تصور سے بے چین اور مضطرب ہو گئے۔ مگر اب لوٹنے کے سوا کوئی چارہ بھی نہ تھا کیوں کہ بارگاہ رسالتؐ سے کوچ کا حکم مل چکا تھا۔ لہٰذا ہندوستان واپسی کے لیے رخت سفر باندھ لیا۔ آپ کے خادم خاص اور سفر کے حاضر باش مولانا حسین محمود فرماتے ہیں:

مراجعتِ وطن

مدینۂ منورہ سے نکلتے وقت آپ زیارت نبویؐ کے ارادہ سے روضۂ مقدس کی جانب گئے تو میں بھی ساتھ ہی ساتھ رہا۔ حرم نبویؐ پہنچے تو دروازہ پر اپنا سر رکھ دیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور آپ پر بے خودی اور رقت طاری ہو گئی۔ میں قریب ہی باادب منتظر کھڑا رہا۔ دفعتاً آپ پر خواب کا غلبہ ہوا۔ اور بہت دیر کے بعد بیدار ہوئے۔ تو اپنی زبان مبارک سے الحمدللہ فرمایا۔ اب آپ کے چہرے پہ حزن وملال کے آثار دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ سارا چہرہ نور سے چمک رہا تھا۔ انتہائی خوشی اور اطمینان کے ساتھ آپ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ سفر کے درمیان میں نے عرض کیا: روضۂ نبویؐ پہ حاضری سے قبل آپ حد درجہ حزین اور ملول تھے اس کے بعد حیرت انگیز طور پر آپ کے اندر خوشی وطرب اور بشاشت دیکھنے میں آئی۔ اس کی

وجہ معلوم نہ ہوسکی؛ اس پر آپ نے کچھ کہنے سے گریز کیا۔ لیکن جب میں نے بہت اصرار کیا تو فرمانے لگے، روضۂ شریف رسول ﷺ پر مجھ کو غلبۂ خواب ہوا۔ دیکھا پیغمبرِ خدا تشریف لائے ہیں اور انتہائی شفقت کے ساتھ مجھ سے فرمارہے ہیں: یاولدی لاتحزن انت من ارضنا : میرے فرزند غمگین نہ ہو تم ہماری ہی زمین سے ہو۔ جب یہ بشارت سنا تو میرے دل سے حزن و ملال اور یاس کی کیفیت زائل ہوگئی۔

ازدواج

مدینۂ منورہ سے واپسی کے بعد حضرت قطبؒ ویلورنے نکاح کیا۔ اس وقت آپ کی عمر ساٹھ سال تھی۔ اللہ نے آپ کو ایک فرزندِ صالح عطا فرمایا۔ جن کی ولادت کی خبر قبل از وقت آپ پر منکشف ہوچکی تھی اور نہ صرف آپ بلکہ آپ کے جدِ امجد حضرت ذوقی علیہ الرحمۂ کو بھی مراقبات کے ذریعہ یہ بشارت مل چکی تھی۔ کہ حضرت قطبؒ ویلور کو ایک صالح فرزند پیدا ہوگا جس کا نام سید محمد ہوگا۔ اور وہ عمر دراز اور بلند مراتب و درجات کا مالک ہوگا

اور اس مراقبہ کے ذریعہ ملنے والی بشارت پر حضرت قربی علیہ الرحمہ نے ایک تہنیت بھی لکھی تھی۔ چناں چہ خود حضرت قطبؒ ویلور نے اپنے مکتوب میں اس کا ذکر کیا ہے:

"جدی وشیخی حضرت عبداللطیف المعروف بہ محی الدین ذوقی بیش از ہشتاد وشش سال در مراقبات خود از پسر یکہ موصوف بہ علو مرتبت و عمر دراز بود، ومسمّٰی بہ سید محمد باشد۔ بشارت دادہ اند۔ وجدی وشیخی محمد رکن الدین حضرت سید شاہ ابوالحسن قربی بر آں مراقبہ تہنیت نوشتہ اند قدس اللہ روحہما دافاض علینا فتوحہما۔ ایضاً فقیر بشارت ہائے دیگر دارد کہ ترجمان آں وقت مساعدت وکاغذ کفایت نمی کند امیدواری از حضرت باری آں کہ پسر موعود ہمیں پسر مولود بود واللہ علیٰ کل شیئ قدیر۔

(مکتوبات حضرت قطبؒ ویلور)

آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ مبارک پر حضرت قطبؒ ویلور ہندوستان لوٹ آئے تھے مگر حضورؐ کی یاد اور مدینۂ منورہ کی زمین سعادت گاہ دارین میں فوت ہو جانے کی تمنا میں روز بروز اضافہ ہی ہو رہا تھا۔ چناں چہ آپ کے وہ مکتوبات جو اس دور میں تحریر کئے گئے ہیں ان کے پڑھنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے قلب میں بس یہی ایک تمنا ہے۔

ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"فقیر از حضرت باری امیدواری دارد تا عنقریب اورا از راہ بمبئی بحجاز می رساند و مشتِ خاک اورا در یکے از حرمین شریفین منتشر سازد انہ قریب مجیب۔"

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امیدوار ہوں کہ وہ فقیر کو عنقریب بمبئی کے راستہ سے حجاز مقدس پہنچا دے گا اور اس کی خاک کو حرمین شریفین میں سے کسی حرم میں بکھیر دے گا۔ انہ سمیع مجیب۔

دربارِ رسالتؐ سے ملنے والی بشارت لا تحزن انت من ارضنا سے حضرت قطبؒ ویلور کو یقینِ کامل ہو چکا تھا کہ آپ کو دوبارہ شہرِ رسولؐ میں حاضری اور مدینۂ منورہ میں دفن ہونے کی سعادت حاصل ہوگی۔ چناں چہ حج بیت اللہ کے لیے آپ کی روانگی کا وقت جیسے جیسے قریب آنے لگا تو ہر طرف سے تلامذہ، مریدین، متوسلین اور اعزہ و اقارب آپ کی خدمت میں ملاقات کے لیے حاضر ہونے لگے اور آپ ان سے دائمی وداع کے کلمات و فقرات استعمال فرمانے لگے۔ مولانا حسین محمود فرماتے ہیں:

بنگلور سے ایک عزیز آپ کی ملاقات کے لیے حاضر ہوئے اور روانگی کے وقت آپ سے عرض کیا: میں پھر حاضرِ خدمت ہوتا ہوں۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا:

"پھر ملاقات اس جہاں میں کہاں، ہاں اب ملاقات تو حشر ہی میں ہوگی۔" ان کلمات سے میرا دل بھر آیا۔ یہ دیکھ کر مجھ سے فرمانے لگے۔ کیا تمہیں وہ ارشاد یاد نہیں رہا جو مجھ کو دربارِ رسالت سے ہوا ہے۔"

(مطلع النور)

مدینۃ الرسولؐ میں دفن ہوجانے کی خواہش اور تڑپ کا یہ عالم تھا کہ زندگی کی آخری مجالس میں بھی جن ارشادات اور عوارف سے نوازا ان کے اندر بھی اسی آرزو کی جھلک نظر آتی ہے۔ چناں چہ ایک مجلس میں ارشاد فرماتے ہیں:

"معراج دو قسم کی ہے۔ روحانی اور جسمانی۔ روحانی سے مراد ہے ان چار قرب کا حاصل ہونا۔ قربِ نوافل، قربِ فرائض، قرب قاب قوسین، قرب اوادنیٰ۔ جسمانی معراج سے مراد یہ ہے کہ سالک کے جسم کی خاک مدینۂ منورہ کی خاک میں آمیختہ ہوجائے۔"

حجاز کا دوسرا سفر

۱۴ر شوال ۱۲۸۸ھ میں حضرت قطبؒ ویلور حجاز مقدس کے سفر پر روانہ ہوئے۔ اس وقت آپ کو وداع کرنے کے لیے آپ کے تلامذہ، مریدین، خلفاء، اعزہ و احباب اور مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد ویلور میں حاضر تھی۔ آپ کی روانگی کا عالم آپ کے خلیفۂ خاص مولوی عبدالغفار کی زبانی سنئے۔

"چوں کہ یہ سفر آخرت تھا، لہٰذا دو ایک لاکھ آدمی حضرت کی قدم بوسی کے لیے ویلور میں جمع ہوگئے۔ فقیر بھی حاضر تھا۔ جاتے وقت فرمایا: سید کیا چاہتے ہو؟ عرض کیا: نزا می خواہم: فرمایا: جزاک اللہ۔ مفارقت جسمانی ہے، روحانی ملاقات تو روز ہوگی۔ اللہ پاک ساتھ ساتھ ہے۔ گھبرانا نہیں۔ فقیر رونے لگا اور حضرت ادھر روانہ ہوگئے۔" (حیات المسکین)

اس سفر میں آپ کے ساتھ آپ کے صاحبزادے حضرت رکن الدین سید شاہ محمد قادری اور آپ کے حقیقی بھانجے حضرت مولانا سید شاہ محمد اور مریدین و خلفاء اور متعلقین و متوسلین کی خاص تعداد تھی ایک قلمی بیاض سے اس سفر کی تفصیل پیش کی جارہی ہے۔ آپ ارکونم سے بذریعہ ٹرین روانہ ہوئے اور کڈپہ پہنچ کر محلہ نئی گوشت میں

کمال الدین المعروف پاشاہ صاحب کے یہاں قیام فرمایا۔ موصوف کے گھر والے اور بستی کے بہت سارے مسلمانوں نے بیعت کی۔ کڈپہ سے تاڑپتری رونق افروز ہوئے۔ اسٹیشن پر آپ کے خلیفہ سید شاہ عالم صاحب اور دوسرے مریدین و معتقدین استقبال کے لیے آموجود ہوئے شاہ صاحب کے مکان پر قیام رہا۔ شاہ صاحب نے تاڑپتری کے تمام اکابرین اور دیگر اہالیانِ شہر کے ساتھ ایک عظیم الشان ضیافت فرمائی۔ یہاں کے ساکنان میں سے سید عبد اللہ قادری، غلام نبی صاحب، غلام رسول قادری حضرت کے ساتھ حج بیت اللہ کے لیے نکل پڑے۔ پھر یہاں سے ۹ رشوال المکرم کو شہر ادھونی تشریف لے گئے۔ اور وہاں کی شاہی جامع مسجد میں قیام فرمایا۔ شاہی مسجد کے خطیب اور قاضی مولانا حکیم غلام محی الدین اور دیگر ساکنانِ شہر کی کثیر تعداد ملاقات کے لیے آپہنچی اور بہت سے افراد بیعت سے مشرف ہوئے۔ جمعہ کے روز علی الصباح ادھونی سے روانہ ہوئے اور رائچور پہنچ کر وہاں اندرون قلعہ کی مسجد میں اقامت پذیر ہوئے۔ باشندگانِ رائچور کی خاصی تعداد مرید ہوئی۔ رائچور سے کرنول تشریف لے گئے۔ یہاں آپ کے محبِ صادق الاعتقاد مرید خاص نواب محمد داؤد خان کرنولی منتظر تھے۔ نواب موصوف نے آپ کے ہمراہ حج بیت اللہ جانے کے لیے انگریز سرکار سے درخواست دی تھی لیکن وہ منظور نہ ہو سکی تاہم نواب صاحب بمبئی تک آپ کے ساتھ سفر میں رہے۔ کرنول سے آپ گلبرگہ تشریف لے گئے اسٹیشن پر سید محی الدین عرف علوی صدر تعلقدار کثیر حضرات کے ساتھ ملاقات کے لیے حاضر تھے۔ قیامِ گلبرگہ کے دوران آپ نے بعض غیر مسلم شخصیتوں کے نام قبولِ اسلام کے لیے دعوت نامے بھیجا اور ایک مکتوب جناب نواب مختار الملک بہادر کے نام ریاست حیدرآباد میں احکام شریعت کی تنفیذ سے متعلق تحریر فرمایا اور اپنے خلیفے مولانا مولوی سید شہاب الدین عرف حسن پاشاہ کو دے کر حیدرآباد دکن کو روانہ فرمایا۔

خواجہ بندہ نوازؒ کی جانب سے سفرِ حج کی مبارکبادی

قیامِ گلبرگہ کے دوران آپ نے حضرت بندہ نواز کی مزار شریف پہ حاضری دی اور بہت دیر مراقب رہے۔ بعد از اں احبابِ ہم سفر سے فرمایا: حضرت بندہ نواز بڑے صاحبِ کمال اور صاحبِ فنا و بقا ہیں۔ مجھے ان کی روحِ پاک سے ملاقات کی سعادت حاصل ہوئی اور انہوں نے بڑی مسرت کے ساتھ مجھ سے فرمایا: سفرِ حج ترا مبارکباد۔ (مطلع النور)

۱۳ ارتاریخ صبح صادق کے وقت پونہ پہنچے جہاں عبدالواحد سیٹھ، صدیق سیٹھ، سید عمر، منشی غفار بیگ کے فرزند اور دوسرے بہت سارے مریدوں اور معتقدوں نے بڑی خاطر مدارت کی۔

۱۵ ارتاریخ کو بوقتِ مغرب شہر ممبئی میں داخل ہوئے۔ یہاں کے دوران قیام میں بہت سے علماء و فضلا، سادات و مشائخ اور عامۃ الناس کی کثیر تعداد آپ کی تعلیمات اور ارشادات اور روحانی فیوض و برکات سے مشرف اور بہرہ ور ہوئی۔

سید حسین قادری عرف جیلانی صاحب، برادر زادہ محی الدین صاحب ہمنکنڈہ کی روایت ایک قلمی بیاض میں بزبانِ فارسی درج ہے۔ جس میں فرماتے ہیں:

"ہم لوگوں نے بھی اسی سال حج بیت اللہ کا قصد کیا جس سال شاہ محی الدین قادری (قطبِ ویلور) بھی حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوئے۔ جب ہم ممبئی پہنچے تو معلوم ہوا کہ شاہ صاحب بھی ممبئی آچکے ہیں۔ میرے دل میں اُن کی ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا اور میں ان کی قیام گاہ پر چلا گیا۔ جیسے ہی جمالِ جہاں آرائے آں حضرت پہ نظر پڑی میرے دل نے گواہی دی کہ حضرت ولیِ کامل ہیں۔ جب میں اپنا ہاتھ مصافحہ کے لیے پیش کیا

تو انتہائی شفقت سے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور سونگھتے ہوئے فرمایا تمہارے اندر تو حسینی بو آرہی ہے۔ سادات حسینی سے ہیں۔ دو تین بار یہی کہا اور پھر فرمایا تمہارا نام سید حسین ہے۔ یہ سننا ہی تھا میرے جسم پر لرزہ طاری ہوا اور آنکھوں سے اشکِ حسرت بہنے لگے۔ اس ملاقات سے پہلے کبھی حضرت سے میرا سامنا نہیں ہوا تھا۔ اور آپ سے یہ جان کر او رحیرت ہوئی کہ آپ مجھ سے غائبانہ طور پر واقف نہیں تھے۔

حضرت قطبؒ ویلور ۶ ذیقعدہ ۱۲۸۸ھ کو بذریعہ جہاز روانہ ہوئے آدھی مسافت طے کرنے کے بعد سمندر میں مخالف ہوائیں زور و شور سے چلنے لگیں اور جہاز پیچھے ہونے لگا۔ جس کی وجہ سے جہاز کا عملہ اور مسافرین سخت اضطراب اور بے چینی میں مبتلا ہوگئے۔ جہاز جدّہ سے ایک سو پچاس میل کے فاصلہ پر تھا، ہلالِ ذی الحجہ دکھائی دیا۔ تمام مسافر ناامید ہوگئے کہ اب حج نصیب نہیں ہوگا۔ مایوس اور شکستہ دلی کے ساتھ آپ کی خدمت میں جمع ہوئے تو آپ نے لوگوں کو اطمینان دلایا اور فرمایا کہ پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں۔ اللہ حافظ اور ناصر ہے۔ اس کے بعد بہت دیر تک دعا فرمائی۔ دوسرے روز موافق ہوا اتنی شدّت اور زور کے ساتھ آئی کہ دیکھتے ہی دیکھتے جہاز جدہ کی بندرگاہ پر پہنچ گیا اور تمام مسافر ایام حج شروع ہونے سے قبل ہی ام القریٰ پہنچ گئے اور مناسک کی ادائیگی سے فارغ ہوئے۔ سفر کی صعوبت کبرسنی، کمزوری اور قلتِ غذا کے باعث آپ کے مزاج میں کافی ضعف پیدا ہوگیا تھا خدّام نے عرض کیا کہ جنابِ عالی تو قبل ازیں حج فرض اور زیارتِ رسولؐ محترم سے مشرف ہو چکے ہیں۔ مدینہ کا سفر نہایت تکلیف دہ ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو صاحب زادے بلند اقبال (مولانا رکن الدین سید شاہ محمد قادری) اور دیگر اشخاص جو زیارت نبویؐ سے مشرف نہیں ہیں ان کو سفر کی اجازت مرحمت فرمائیں اور

آپ حرم الٰہی میں قیام کو پسند فرمائیں۔ لیکن آپ نے اس بات کی جانب التفات نہ کی اور سوئے مدینہ چلنے کے شوق میں کوئی کمی نظر نہیں آئی۔

سفرنامے کے کاتب مولانا عبدالعزیز حسین فرماتے ہیں: کہ

"قافلے والے مدینۂ منورہ کے لیے نکل چکے اور ہم لوگ مکۃ المکرمۃ ہی میں تھے۔ ۲۲ ذی الحجہ کی تاریخ تھی، میں طواف سے فارغ ہو کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا آپ بہت بے قرار ہیں۔ اور آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔ مجھ سے فرمانے لگے آج کی شب خواب دیکھا۔ ایک بہت وسیع میدان ہے اور اس میں بہت سارے لوگ جمع ہیں۔ اور حضورِ اکرمؐ بھی تشریف فرما ہیں۔ اور میری جانب متوجہ ہو کر فرمارہے ہیں۔ تعال یا ولدی۔ لہٰذا اب مجھے مدینہ منورہ لے چلو۔ اس واقعہ کے بعد آپ کے اندر ایک نئی توانائی اور ایک نئی قوت آگئی اور ہم سب مدینہ منورہ کی طرف رواں دواں ہو گئے۔ مدینہ پہنچنے کے بعد آپ کی طبیعت میں اضمحلال پیدا ہو گیا۔

عطائے خلافت اور تفویضِ خرقہ

محرم الحرام کی چھ تاریخ تھی کہ آپ روضۃ النبیؐ پر حاضر ہوئے۔ زیارت سے فارغ ہونے کے بعد اپنے صاحب زادے اور دیگر خلفاء و مریدین کو طلب فرمایا اور مجھ سے خلافت نامہ لکھوایا اور خود اپنی نظر سے دیکھ کر اس پہ دستخط اور مُہر ثبت کی اور ایک جبّہ اور عمامہ منگوا کر خود اپنے دستِ مبارک سے صاحب زادے والا شان کو معہ خلافت نامہ عطا فرمایا۔ صاحب زادے رونے لگے تو فرمایا: گھبرانے کی کیا بات ہے۔ تم تو بیس سال کے ہو چکے ہو ذرا غور کرو میرے والدِ ماجد (حضرت محمودیؒ) کی عمر شریف صرف آٹھ سال تھی اس وقت جدِ محترم (حضرت سندوقیؒ) رحلت کر گئے۔

وفات

سورخہ ۱۱ محرم الحرام ۱۲۸۹ھ پنجشنبہ کا روز تھا کہ حضرت کی آواز پست ہو گئی۔ اور لب مبارک ہلنے لگے۔ مولوی شرف الدین کان لب مبارک کے قریب لے گئے تو صاف یہ صدا سنی" لقد نظر اللہ الی او حضرت کے داماد فرماتے ہیں کہ میں اس وقت سرہانے کھڑا ہوا تھا۔ حضرت کا سر بائیں طرف جھکا تو میں سمجھا کہ شدتِ ضعف سے جھکا ہے، فوراً بیٹھ گیا۔ دیکھا تو لب ہلتے ہیں۔ نزدیک سے سنا زبان پر لا الٰہ الا اللہ جاری تھا۔ اسی حالت میں اس منبع علم و عرفان اور مجمع کمالات ہستی نے عصر کے وقت بیاسی سال کی عمر میں دنیائے فانی سے کوچ فرمایا۔

کل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔

جنت البقیع میں تدفین

اسی شب حاکم مدینہ نے خواب دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ جاؤ میرے فرزند کو جنت البقیع میں حسن علیہ السلام کے پائین سپردِ خاک کر دو۔ چناں چہ حاکم مدینہ تلاش کرتے ہوئے آئے اور آپ کی نعش سے لپٹ کر رونے لگے اور حسب ارشادِ نبویؐ جنت البقیع میں تدفین کے شاہی انتظامات کا حکم صادر فرمایا۔ دوسرے دن تجہیز و تکفین کے بعد جنازہ مسجدِ نبویؐ میں لایا گیا اور نمازِ جمعہ کے بعد ستر ہزار زائرین نے نمازِ جنازہ ادا کی اور حضرت امام حسن علیہ السلام کے پائین جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ آپ کی وفات کے دن آپ کے ہمشیر زادے حضرت مولانا سید محمد قادری کا بھی انتقال [illegible] جنازہ بھی [illegible] ادا کی گئی اور آپ کو حضرت قطب [illegible] اللہ [illegible] راجعون۔

[illegible]وفات حسرت آیات

[illegible] حضرات نے مراثی اور [illegible] تصنیف کیا جو ایک ضخیم دفتر ہے مولانا عبد[illegible] حیدر آبادی فرماتے

ہم ظاہراً از قبۂ فرزند فاطمہ ۔۔۔ از روے این اشارہ ضیا سال آن نوشت
قربِ جوار یافتہ و محترم شدہ ۔۔۔ مقبول بارگاہ شفیع الامم شدہ

۱۲ ھ ۸۹

حکیم سید مظفر حسین صاحب عہدہ دار اہل انشائے محکمۂ صدر المہام مال گذاری سرکارِ عالی دکن فرماتے ہیں: ؎

چوں رفت آن شیخ کامل پیر پیراں ۔۔۔ بملک جاوداں زین ملک فانی
بگفتا ہاتفم سالِ وفاتش ۔۔۔ گرامی قدر محی الدین ثانی

۱۲ ھ ۸۹

مولانا محمد قاسم صاحب فرماتے ہیں: ؎

چوں ز دنیا محی دین عبداللطیف ۔۔۔ شیخ وقت و عابد و شاغل برفت
گفت تاریخ وفاتش با تفم ۔۔۔ صاحبِ دین عارف کامل برفت

۱۲ ھ ۸۹

مولانا عبدالحی قادری بنگلوری لکھتے ہیں کہ میں اپنے شیخ داستاذ حضرت قطبِ ویلور کی تاریخ وفات حسرت آیات کا قطعہ موزوں کر رہا تھا کہ دفعتاً مجھے نیند آ گئی۔ میں نے خواب دیکھا کہ تاریکی پھیلی ہوئی ہے اور کوئی چیز دکھائی نہیں دے رہی ہے اور میں حیران و ششدر ہوں کہ کہاں آگیا ہوں۔ اتنے میں ایک بزرگ نظر آئے جن کی ریش مبارک سے روشنی پھوٹ رہی تھی۔ اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام ہوں گے کیوں نہ آپ سے آبِ حیات مانگ لیا جائے۔ چناں چہ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا یہی وہ ظلمات ہے جہاں آبِ حیات واقع ہے؟ فرمایا: نہیں۔ پھر میں نے عرض کیا: پھر یہ ظلمت؟ انہوں نے جواب دیا: موت العلماء ظلمة۔ اس جملہ کو سن کر میں نے دریافت کیا کہ کون عالم؟ جواب ملا کہ محی الدین سید عبداللطیف قطبِ ویلور۔ پھر انہوں نے فرمایا: ؎

بجھا ہے چراغِ ہند

جب نیند سے بیدار ہوا تو جملۂ مذکورہ ضبطِ ذہن تھا۔ مادۂ تاریخ نکالا تو صحیح نکل آیا۔

صفات وخصوصیات

اہلِ قلوب اور اصحابِ باطن کی سیرتوں اور سوانح کا ممتاز اور عطر بیز پہلو ان کی عاداتِ جمیلہ وصفاتِ حمیدہ اور خصائل رشیدہ ہے۔ جس کی وجہ سے ان کی شان میں یہاں تک کہا گیا ہے **الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ**۔ مشائخ کرام کی حیثیت ان کے مریدین میں ایسی ہی ہوتی ہے جیسا کہ نبی کی حیثیت اس کی امت میں ہوا کرتی ہے۔

ظاہر ہے کہ اس شرف وفضیلت، قدر ومنزلت اور عزت وکرامت کی وجہ بجز اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس طائفہ کا علم اور اس کے صفات وعادات مشکوٰۃ نبوت کی کرنوں سے مستفیض ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ حضرات کرام اپنے عمل وکردار اور سیرت میں نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلقِ عظیم کا مجسم پیکر ہوا کرتے ہیں۔ حضرت قطبؒ ویلور کی زندگی کے مطالعہ سے بھی یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ آپ کی سیرت بھی اسوۂ نبوی کے مبارک سانچہ میں ڈھلی ہوئی ہے۔ آپ کے اوصاف وخصوصیات کی صحیح تصویر ان وصیتوں اور نصیحتوں کے اندر موجود ہے جو آپ نے اپنی زندگی کی آخری مجلس میں مریدین اور خلفا کے سامنے اپنے فرزند ارجمند مولوی رکن الدین سید شاہ محمد قادری علیہ الرحمہ کو کی۔

بیاسی سال کی عمر ہوئی میں نے کوئی فکر نہیں کی کہ صبح کو کیا کروں اور شام کو کیا کھاؤں۔ رزاقِ مطلق نے موعودہ خوان کرم سے پہنچا دیا۔ اور کسی کا قرض میرے ذمہ نہیں ہے۔ اور میں نے جس کسی کو بھی قرض دیا ہے وہ معافی کی نیت سے دے دیا ہے۔ لہٰذا تم کسی سے قرض وصول نہ کریں۔ جادۂ شریعت پہ قائم رہنا بیکسوں

اعانت کرنا، مسکینوں پر شفقت کرنا، بھوکوں کو کھانا کھلانا، ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنا، مہمانوں اور مسافروں کو عزیز رکھنا

(مقالاتِ طریقت)

دنیا سے بے رغبتی اور بے لوثی

آپ کی نمایاں صفت جس کا ظہور زندگی کی ہر منزل اور ہر مقام پر ہوتا رہا وہ ہے دنیا سے بے رغبتی اور عدمِ التفات۔ چناں چہ آپ نے اپنی ساری زندگی کن فی الدنیا کانک غریب کے مطابق اور دست بکار و دل بیار کے مصداق خوشنودیٔ رب اور تعمیرِ آخرت کے لیے وقف کر دی تھی۔ اپنے مکتوبات میں کئی ایک مقام پر دنیا کی حقیقت پر روشنی ڈالی ہے۔ جو ایک طالبِ دنیا کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے۔

بخشی محمد محی الدین علی خان صاحب مہکری کے تحریر کردہ مکتوب کا کچھ حصہ ملاحظہ کیجیے جس سے آپ کے جذباتِ دروں کی صحیح ترجمانی ہو رہی ہے:۔

"دنیا گاہے بصورتِ خوردن و پوشیدن و پسر و زن پیش می آید۔ وگاہے در لباس زر و زیور و عزت و وجاہت سر می نہد و عہد رفاقتِ دوامی می کند چوں مردِ تصدیق وے نمود و فریفتہ وے شد ناگہ سری کشید و بدعہدی می نماید، نہ زن ماند نہ فرزند نہ خوردن ماند نہ پوشیدن، نہ زر ماند نہ زیور نہ عزت ماند، نہ حرمت۔ اگر اتفاقاً دنیا رفاقت وے بگذارد حق سبحانہٗ ملک الموت را بروے گمارد تا از دنیا جبراً و قہراً برآرند۔ آنگاہ رنج دمفارقت عیال و مال دامن گیر وے می شد

دنیا کبھی کھانے پینے اور اوڑھنے کی صورت میں سامنے آتی ہے تو کبھی بیوی اور بچوں کی شکل میں نمودار ہوتی ہے۔ اور کبھی زر و زیور اور عزت و وجاہت کے لبادے میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ اور وفاداری و رفاقتِ دوام کا دم بھرتی ہے اور یقین دلاتی ہے۔ جب کوئی شخص اس کی مسحور کن اداؤں اور دلفریب باتوں کو سچ جانتے ہوئے اس پر دل و جان سے فریفتہ ہو جاتا ہے تو اچانک سر اٹھاتی ہے اور بے وفائی و بدعہدی ظاہر کر دیتی ہے۔ پھر اس کے بعد بیوی رہیگی نہ اولاد۔ ماکولات رہیں گے نہ ملبوسات،

وزشتی صورت دنیا و بے وفائی وے ہویدا می گردد این بے چارہ ناچار با دل پُر اضطرار بقبر می رود و رہین اعمال خود می باشد۔ در عوض نان و کباب لقمۂ خاک و در بدلۂ دیبا و حریر بستر تراب نقد وقت او گردد و ہمہ بدن نوالۂ دیدان شود و زنش در کنار غیر و فرزندش در سیر و مملوکات دنیا آنچہ بمحنت و مشقت فراوان اندوختہ بود۔ حوالۂ وارثاں گردد کہ اکثر انہا دشمنان و مرگ مورث را خواہاں باشند نعوذ باللہ منہا۔

مخدوما!

مومن در دنیا چناں بود کہ در پایخانۂ ظاہری یعنی با صد کراہت و نفرت نہ بخوشی و رغبت۔

زر و جواہر رہیں گے نہ عزت و حرمت، اگر اتفاقاً دنیا اس شخص کی رفاقت بھی کرے تو ملک الموت کے ذریعہ اس کو دنیا سے رہائی دلائی جاتی ہے اس وقت اس کو اپنے اہل و عیال، مال و دولت اور اسباب کو چھوڑ جانے کا غم دامن گیر ہو جاتا ہے اور اس پہ پوری طرح سے دنیا کے چہرے کی قباحت اور اس کی بے وفائی ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور یہ ناچار بے چارہ دل پُر اضطرار کے ساتھ قبر میں چلا جاتا ہے اور اپنے اعمال کا رہین بن جاتا ہے۔ اور نان و کباب کے بدلے میں لقمۂ خاک اور ریشم و حریر کے عوض بستر تراب اس کے لیے نقد وقت بن جاتا ہے۔ اور سارا بدن حشرات الارض کا لقمہ بن جاتا ہے۔ اور ادھر اس کی بیوی نکاح کے ذریعہ کسی کے آغوش میں چلی جاتی ہے اور اس کے فرزند سیر و تفریح اور عیش و نشاط میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اور مال و دولت اور اسباب کا وہ انبار جس کو اس نے ساری زندگی محنت و مشقت سے جمع کیا تھا۔ وارثوں میں تقسیم ہوتا ہے جن میں اکثر اشخاص اس کی موت کے آرزومند رہا کرتے تھے۔

مخدومی!

دنیا میں مومن کو اس طرح رہنا چاہیے کہ جس طرح رفع حاجت کے لیے انتہائی کراہت کے ساتھ بیت الخلاء میں بیٹھتے ہیں اور جیسے ہی ضرورت پوری ہوئی فوراً وہاں سے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔

الحاج سید اسد اللہ صاحب کے نام مکتوب میں فرماتے ہیں:

دنیائے دنیہ در نظر خضرہ و اید و در ذوق بحلاوت می آید۔ فی الواقع متاعے است باطل و سمیے قاتل مثل او مثل نجاست است زراندودہ و حکم او حکم زہر سما است شکر آلودہ۔ مدتِ عمرے تا شصت و ہفتاد بندرت می رسد آنہم بعد محنت و کدورت

دنیا دیکھنے میں تو بڑی حسین و جمیل اور سرسبز و شاداب نظر آتی ہے اور ذوق و لذت میں بھی بڑی شیریں معلوم ہوتی ہے لیکن درحقیقت وہ ایک متاعِ باطل اور سمِ قاتل ہے۔ اس کی مثال اس نجاست کی طرح ہے جس پر سونا چڑھا ہوا ہے اور اس کا حکم شکر آلودہ زہر کا حکم ہے۔ اس کی عمر کا قافلہ بھی بمشکل ساٹھ سے ستر سال تک رواں دواں رہتا ہے۔ اور وہ بھی اپنے ساتھ ہزاروں محنتیں، مشقتیں، مصیبتیں اور پریشانیاں لیے ہوئے۔

اخلاص وانہماک

گروہِ صوفیاء کی عظیم میراث اخلاص و للّٰہیت اور دینی و علمی مشغولیت ہے۔ جس کے حضرت قطبؒ ویلور پوری طرح امین اور وارث ہوئے۔ چناں چہ آپ نے بھی اپنی ساری زندگی پورے خلوص و انہماک کے ساتھ دعوت و تبلیغ، تزکیہ و احسان، ارشاد و تلقین، درس و تدریس، تصنیف و تالیف، تحقیق و تدقیق اور افتاء میں گزاری۔ اور ان سارے امور کی انجام دہی میں رضائے الٰہی کے سوا کسی قسم کا دنیاوی فائدہ اور کسی نوع کی ذاتی منفعت پیشِ نظر نہیں رکھی۔ حالاں کہ آپ کے زمانے میں ایک طرف برطانوی اقتدار علماء و مشائخ کو اعزازات و اکرامات سے نواز رہا تھا تو دوسری طرف دکن کے مسلم حکمرانوں کی شاہانہ داد و دہش سے مخلص سے مخلص افراد بھی سرفراز ہو رہے تھے لیکن آپ نے اپنے لیے نہ کوئی منصب و اعزاز قبول کیا اور نہ حکومت کے وظیفہ خوار ہوئے۔ خود کوئین وکٹوریہ نے اپنی جانب سے ماہوار ایک سو روپیہ وظیفہ مقرر کیا تو آپ نے صاف لفظوں میں یہ کہہ کر مسترد کر دیا

کہ فقیر کو اس کی حاجت نہیں ۔

آپ کے اخلاص و للہیت اور علمی انہماک اور دینی اشتغال کا یہ عالم تھا کہ اپنے تلامذہ کے اندر بھی یہی چیز دیکھنا چاہتے تھے ۔ آپ کے ایک ممتاز شاگرد مولانا شاہ عبدالوہاب قادری ویلوری فکرِ معاش میں حیدرآباد دکن پہنچے اور اپنی اعلیٰ قابلیت و صلاحیت کی وجہ سے منصبِ تحصیل داری پہ فائز ہوئے ۔ جس وقت حضرت قطبِ ویلورؒ کو اس کا علم ہوا تو فوراً اپنے مریدِ صادق کے نام ایک مکتوب روانہ کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حدیث پڑھو اور پڑھاؤ ۔ تم کو اس پر عمل کرنا ہے ۔ اور میری خواہش ہے کہ تم فوراً خط دیکھتے ہی ویلور چلے آؤ ۔ صاحبِ موصوف نے اپنے رہبرِ کامل کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے تحصیل داری کے اعلیٰ منصب کو ٹھکرا کر حاضرِ خدمت ہوئے اور بڑی گلی ویلور کی مسجد میں درس و تدریس کا کام شروع کیا ۔ (سالنامہ اللطیف سنہ ۱۳۹۲ھ)

مولانا شاہ عبدالوہاب صاحبؒ قادری کا کارِ تدریس آج ایک عظیم درس گاہ (مدرسہ باقیاتِ صالحات) کی شکل میں موجود ہے اور اس سے ہزاروں تشنگانِ علم سیراب ہو رہے ہیں ۔ جو بالواسطہ حضرت قطبِ ویلوریؒ کے اخلاص و انہماک اور اشتغالِ علم کا مظہرِ جمیل ہے ۔

ایک دوسرے مکتوب میں مولانا شاہ عبداللہ قادری کو غیر مسلم افراد کے درمیان دعوت کے کام میں مشغول رہنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی اصلاح و تربیتِ باطنی میں بھی مصروف رہنے کی تاکید ان الفاظ میں فرماتے ہیں :

"سالک را ایں مقدار یقین شدہ باشد	سالک کے قلب میں جب ہمہ از وست
کہ فاعلِ حقیقی حق تعالیٰ است، ہمہ از وست	کا اعتقاد راسخ ہو جائے اور وہ ذاتِ باری تعالیٰ
بے او کسے متصرف نیست تصدیق داشتہ	ہی کو فاعلِ حقیقی سمجھنے لگے اور یہ یقین کرنے لگے
شد کافی است، او را خرقۂ خلافت دہند	کہ اس کے سوا کوئی متصرف نہیں ہے تو اسے

ہم چنیں مشغول دعوتِ باطنی باشند۔ کار ایں است وغیرہ ایں ہمہ ہیچ۔"

خلافت سے نوازیں۔ اور دعوتِ ظاہری (بندگانِ خدا کو دین کی طرف دعوت دینا) کی طرح دعوتِ باطنی (تزکیۂ نفوس وتطہیرِ قلوب) میں مشغول رہیں۔ دعوت اور اصلاح ہی اصل کام ہے اس کے علاوہ سب ہیچ اور فضول ہے۔

ایک اور تلمیذ نجیب وخلیفۂ رشید مولوی عبدالرحیم ضیا حیدرآبادی کے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"پیشۂ ما فقراء دعوت الی اللہ است دعوتِ ظاہری بود، یا باطنی۔ واتہ اصلاح بنی آدم تا وسع قاصر نباشند و دعوت بکمال خلوص بعمل آرند۔"

دعوت اور اصلاح ہی تو ہم فقیروں کا پیشہ ہے۔ لہٰذا تمہیں بھی چاہیے کہ حتی المقدور انسانوں کی صلاح وفلاح اور نجات کے لیے کوشش کرتے رہیں اور دعوت واصلاح کا کام پورے اخلاص اور للہیت کے ساتھ انجام دیں۔

اپنے مشہور مرید صادق الاعتقاد نواب محمد داؤد خان بہادر کرنول (آندھرا) سے ان الفاظ میں مخاطب ہیں:-

"پیشہ ما فقراء بوراثت سرور انبیاءؑ دعوت الی اللہ است بہ برکۃ ہمیں دعوتِ مبارکہ مردم بے حساب بدولت ظاہری و باطنی بے قیمت خدا پرستی کامیاب گردیدند واز بلاء مخلوق پرستی رھیدند۔ اگر صلاح دانند دلِ قابلی یابند در اصلاح برادران تا وسع سعی

سرور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نیابت کی وجہ سے ہم فقیروں کا پیشہ دعوتِ الی اللہ ہے اور اسی دعوت واصلاح کی برکت اور تاثیر سے ہزاروں انسانوں کو خدا پرستی نصیب ہوئی اور مخلوق پرستی کی بلا سے رہائی ملی۔ لہٰذا آپ بھی کمال نرمی ودلداری

زانید و بجن جل مجدہ کشند۔
امروز روزے است کہ اسلام
بغایت ضعف و شکستگی دارد و زمانے
است کہ عملِ قلیل بعوضِ اجرِ جزیل در
عالم غیب بکمالِ اعتنا و بدرجۂ اجابت
می رسد۔"

کے ساتھ بندگانِ خدا کی اصلاح میں حتی المقدور
سعی و کوشش کرتے رہیں۔
آج اسلام انتہائی ضعف و شکستگی
سے دوچار ہے ایسے وقت میں تھوڑا سا عمل بھی
اللہ تعالیٰ کی نظر میں کمالِ اعتنا کے ساتھ اجرِ
جزیل کا مستحق قرار پائے گا۔"

ایک مکتوب میں میر ابراہیم رضوی کے نام یہ ہدایت جاری فرما رہے ہیں کہ ہندوستان کے مختلف صوبوں کے غیر مسلم باشندوں کو ان کی زبان میں اسلام کا پیغام پہنچانے کا انتظام کریں تاکہ مدعو اقوام اپنی اپنی مادری زبان میں اسلام کو کماحقہ، سمجھ سکیں۔

"دو قطعہ دعوت نامہ ملفوف اند، ہر دو دعوت نامہ در زبانِ انگریزی و تلنگی و اردی و مرہٹی، راجپوتی وغیرہ در اخبار نا بجات مشتہر سازد۔"

دشمن نوازی

حضرت قطبِ ویلور کے اخلاص و للہیت کی ایک روشن دلیل یہ بھی ہے کہ انھوں نے اپنے دشمنوں اور بدخواہوں کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کیا۔ چناں چہ بعض شریر النفس لوگوں نے آپ کی ذاتِ گرامی پر طرح طرح کے الزامات عائد کرتے ہوئے انگریز حکومت کو آپ کے خلاف اکسایا جن سے متاثر ہو کر حکام نے آپ کو تقریباً دو ماہ حوالات میں رکھا اور آپ پہ مقدمہ چلایا۔ اور اس ابتلا کا دور قریباً ایک سال تک رہا۔ جب پورے الزامات جھوٹے ثابت ہوئے تو آپ کو باعزت رہا کر دیا گیا۔ آپ نے گنجائش ہونے کے باوجود اپنے دشمنوں کے خلاف ہتکِ عزت کا دعویٰ دائر نہیں کیا اور سب کو معاف کر دیا۔ اس واقعہ سے آپ کے پاک و صاف باطن کی اس کیفیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ جس کے حصول کے بعد ایک صوفی کے قلب کی حالت اس شعر کے مصداق ہوتی ہے ؎

ہر کہ او خارے نہد در راہِ ما از دشمنی ✿ ہر گُلِ کز باغِ عمرش بشگفد بے خار باد

"جو شخص ہمارے راستہ میں کانٹے بچھائے اللہ کرے کہ اس کی زندگی پھولوں میں بسر ہو۔"

شفقت و محبت

حضرت قطب ویلورؒ کا ایک ممتاز وصف یہ رہا ہے کہ آپ کے اندر بندگانِ خدا کے حق میں بے پایاں الفت و رافت اور شفقت و محبت موجود تھی۔ جو درحقیقت سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نیابت کا فیضان اور اثر تھا۔ آپ کے مکتوبات پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے انسانوں کی خدمت اور ان کی حاجات و ضروریات کی تکمیل کے لیے اپنے مریدین اور متوسلین کو مختلف دل نشین اسالیب میں توجہ دلائی ہے۔

محمد بہاؤ الدین نامی ایک شخص کے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:-

"در حدیثِ شریف آمدہ الناس عیال اللہ واحب الناس الی اللہ من احسن الی عیالہ۔ ہر چند کہ حق جل مجدہ عیال ندارد ولیکن چنانکہ رزق عیال بر صاحبِ عیال بود و ہم چناں وے تعالیٰ بمحض و کرم خود تکفل ارزاق بندگاں گردیدہ۔ پس خلائق در رنگ عیال وے تعالیٰ باشند ہر کہ بعیال کسے مواسات نماید نزد صاحب عیال محبوب ترین مردم بود۔ ہمچناں خلق کہ در رنگ عیال وے تعالیٰ اند خدمت گذاران آنہا عند اللہ محبوب ترین مردم اند۔ خدمت گزاری خلائق این مرتبہ دارد خدمت گذاری حضراتِ سادات کثیر البرکات کہ خلاصۂ خلائق

حدیثِ شریف میں وارد ہے لوگ اللہ کے عیال ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسانوں میں وہی سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے جو اس کے عیال کے ساتھ احسان اور حسنِ سلوک سے پیش آئے۔ اللہ تعالیٰ اگرچہ کہ اہل و عیال نہیں رکھتا لیکن جس طرح صاحبِ عیال پر اہل و عیال کے رزق کی ذمہ داری ہوتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے فضل و کرم سے خود کو انسانوں کے رزق کی کفالت کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ اس لحاظ سے مخلوق اس کے عیال کے مقام میں ہے اور جو شخص بھی کسی آدمی کے اہل و عیال کی جان و مال کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کرتا ہے تو وہ صاحبِ عیال کے نزدیک بہت ہی محبوب اور پسندیدہ ہے۔ اسی طرح

اند و جز نیت سرورِ دین و دنیا دارند علیہ الصلوٰۃ والسلام چہا خواہد داشت

سارے انسان جو اللہ کے عیال کے مانند ہیں ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا اور ان کی خدمت کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ کے پاس بہت ہی محبوب ہے۔ جب عام انسانوں کے ساتھ خیر و بھلائی اور حسنِ سلوک سے پیش آنے کا عند اللہ یہ مرتبہ اور مقام ہے تو ساداتِ کرام جو کثیر البرکات اور انسانوں کا خلاصہ ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجزا ہیں اُن کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنے کا مرتبہ اور مقام کیا ہوگا !

اہلِ دل حضرات کی شفقت و خیر خواہی کا معاملہ بھی بڑا عجیب ہوتا ہے کہ یہ اپنی ذات اور نفس کی خاطر دستِ سوال دراز کرنا تو کجا اپنی ضرورت و حاجت کو بھی دوسروں پر ظاہر ہونے نہیں دیتے۔ لیکن جب دوسروں کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کے پورا کرنے میں خود سائل بن جاتے ہیں چناں چہ حضرت قطبؒ ویلور کی زندگی میں بھی اس اخلاص اور ایثار کا ظہور جابجا ہوتا رہا ہے۔ ایک مکتوب میں حسن کٹی ملیباری کو لکھتے ہیں کہ منیر منور علی سفرِ حرمین شریفین کی تمنّا رکھتے ہیں اور اپنی عسرت کے باعث مجھ سے یہ امید باندھے ہوئے ہیں کہ میں آپ کی ذات گرامی سے ان کی آرزو کی تکمیل چاہوں ان کے اس سوال کو رد کرنے میں غیرتِ ایمانی مانع رہی، لہٰذا میں آپ سے امید کرتا ہوں کہ آپ سائل کی ضرورت پوری کر دیں گے۔ اگر آپ نے تائید کی تو مؤیدِ حقیقی اللہ ہے اور آپ ماجور ہیں۔ اگر آپ نے تائید نہیں کی تو مانعِ حقیقی اللہ ہے اور آپ معذور ہیں۔

عربی زبان میں تحریر کردہ اس مکتوب کا کچھ حصہ آپ بھی ملاحظہ کیجیے جس کا ایک ایک لفظ دل کو چھو لینے والا ہے۔

" ان منیر منور علی العازم الی الحرمین الشریفین قد کتب الیّ من عسرتہ و فقدان کراء المرکب و طلب منی ان اکتب الیکم کتاباً فی اسقاط النیول فالحیاء الایمانی منع من رد سوالہ ففی صورۃ الوُسع و الصلاح ارجو تائیدکم فی قضاء حاجۃ المحتاج و انجاح مقصود السائل ان ایّدتم فالمؤید

ھو اللہ تعالیٰ وانتم ماجورون والا فالمانع ھو وانتم معذورون۔

مسلمانوں کی دینی غفلت پر حسرت و افسوس اور اظہارِ نصیحت

مسلمانوں میں بڑھتی ہوئی دینی غفلت سے حضرت قطبؒ ویلور کس قدر متفکر اور بے چین تھے اس کا صحیح ترین اندازہ تو وہی حضرات کر سکتے ہیں جنھوں نے آپ کے دلِ مضطر کے احساسات اور کیفیات کو الفاظ کے روپ میں ڈھلتے دیکھا اور سنا ہوگا۔ لیکن ہم متاخرین کے لئے بھی آپ کے جذباتِ دروں کا اندازہ کر لینا کوئی مشکل ترین اور دشوار گزار مرحلہ نہیں ہے چناں چہ مکتوبِ ذیل کے ایک ایک لفظ سے آپ کے دردمند دل کی حقیقت ٹپک رہی ہے:

"واحسرتا اکثر مردم کتاب و سنّت را یک قلم پس پشت انداختہ اند۔ اگر کسے را یا زن و فرزند او را سخت و سست گوید دست از جاں کشی می شوید و برائے محبت خدا و رسولؐ ذکر جان دادن چیست بلکہ سخن شکست ہم نمی شنوید۔"

افسوس صد افسوس! اکثر لوگوں نے یک قلم کتاب و سنّت کو پسِ پشت ڈال دیا ہے اگر کسی شخص کو یا اس کے اہل و عیال اور بیوی بچوں کو سخت و سست کہا جائے تو وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے لیکن اللہ اور اس کے رسولؐ کے واسطے جان دینے کا تو ذکر کیا ایک سخت جملہ بھی سننے کے روادار نہیں ہیں۔

ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"دریں زمان غفلت نشان ہر کسے طالبِ دنیا است، طالبِ آخرت حکمِ عنقا دارد تا بطلبِ خدا چہ رسد۔"

اس دورِ غفلت نشان کے اندر جس کو دیکھئے وہ دنیا ہی کا طالب ہے اور طالبِ آخرت تو عنقا کے حکم میں ہے، پھر بھلا خدا طلبی کہاں میسّر۔

ایک اور مکتوب میں رقمطراز ہیں:

"مومن را باید که دین پرور باشد واحسرتا اکثر مردم زمان از دین و ایمان خبرے ندارند تا بدین پروری چه رسد در دل آنها بوئے از غم دین نیست هرچه است غم غذائے چرب و شیرین و لباس منقش و رنگین و زن و فرزند و زر و زیور و عزت و حرمت و رسوم و عادات هست "

مومن کو چاہیے کہ وہ دین پرور اور شریعت نواز رہے لیکن افسوس ہے اس زمانے کے لوگوں کی اکثریت ایسی ہے کہ دین و ایمان سے ناآشنا اور بے خبر ہے۔ ایسی حالت میں بھلا وہ کیا دین پرور ہو سکتے ہیں۔ ان کے دلوں میں دین و ایمان کی فکر اور غم تو کیا اس کی بو باس بھی نہیں ہے۔ اگر کوئی غم اور فکر ہے تو وہ بس بیوی بچے، زر و جواہرات، عزّت و شہرت، نام و نمود اور رسوم و عادات کی ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

نماز نہ پڑھنے پر اپنے ایک عزیز کو تحریر کرتے ہیں:

"شنیده شد که آن سعادت آثار به نماز و جماعت چنداں تقیّدی دارند استماع این معنی باعث بے آرامی گشت۔ فاضل‌ترین عبادات و بهترین اعمال اقامت الصلوٰة است که معراج مؤمنین و عماد دین است۔ در ادائے آن نیک احتیاط باید نمود۔ واحسرتا فی زماننا اکثر مردم نماز و جماعت را ضائع ساخته اند وعیدہا ئیکه در حق این جماعه وارد گردیده و تهدیدہا ئیکه در باب ایشان آمده اگر مومن بخدا و آخرت مشاهده بچشم عبرت نماید جگر پاره پاره گردد۔ الله یجتبی الیه من یشاء

سنا گیا ہے کہ آپ نماز اور جماعت کا اہتمام نہیں کر رہے ہیں۔ میرے لیے یہ خبر بے آرامی و بے چینی کا باعث بنی۔ اقامت الصلوٰۃ تو فاضل ترین عبادات اور بہترین عمل ہے اور یہ دین اسلام کا ستون اور اہل ایمان کی معراج ہے۔ لہٰذا آپ کو اس کی ادائیگی کا خاص اہتمام اور لحاظ رکھنا چاہیے۔

یہ انتہائی صدمے کی بات ہے کہ ہمارے زمانے کے اکثر لوگوں نے نماز اور جماعت کو ضائع کر دیا ہے۔ ترکِ نماز سے متعلق جو وعیدیں آئی ہوئی ہیں اگر ان کو مومن چشم عبرت سے

ویھدی الیہ من ینیب؟ مشاہدہ کرے تو اس کا دل پارہ پارہ ہوجائیگا۔

ایک دوسرے عزیز کو توبہ اور انابت الی اللہ کی جانب ان الفاظ میں متوجہ فرمارہے ہیں۔

"از ابتداء خلقت تا انتہا از آلائش ذنوب پاک بودن کار فرشتگان است و ناپاک بودن کار شیاطین پلید شدن و پاک گردیدن۔ گناہ کردن و توبہ نمودن کار بنی آدم بود۔ بندہ بمجرد عصیان ماخوذ نیست، ماخوذ بترکِ توبہ است۔"

ساری زندگی گناہوں سے محفوظ رہنا تو فرشتوں ہی کا کام ہے اور ہمیشہ گناہوں میں مبتلا رہنا شیاطین کا کام ہے۔ گناہ کرنا اور توبہ کرنا تو انسانوں ہی کا کام ہے۔ خدا کے نزدیک بندہ محض گناہ کے ارتکاب سے قابلِ گرفت نہیں ہوتا بلکہ توبہ نہ کرنے پہ ماخوذ ہوتا ہے۔

مولوی خیر الدین خان بہادر کے مکتوب میں دعوت و اصلاح کا کام متروک رہنے پہ بایں الفاظ حسرت کا اظہار فرمارہے ہیں۔

"واحسرتا دریں ایام غفلت انضمام دعوت کاذبہ مخلوق پرستی محمود و در شوارع و جوامع شائع و ذائع است و دعوتِ حقہ خالق پرستی و اصلاح بیاورانِ انسانی مذموم و متروک۔

ع

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است"

ایں چہ بوالعجبی ست کہ اس دورِ غفلت نشان میں مخلوق پرستی کی باطل دعوت تو ہر طرف عام اور محمود و مستحسن نظر آرہی ہے لیکن خالق پرستی کی دعوتِ حق اور انسانوں کی اصلاح متروک اور مذموم ہے۔

مسلمانوں کے حالات اور معاملات کی فکر

حضرت قطبِ دہلوی کی پہلودار شخصیت کا ایک رُخ اور پہلو یہ بھی ہے کہ آپ مسلمانوں کی زندگی سے مربوط اور ان کے

حالات ومعاملات اور مسائل سے آشنا اور باخبر تھے۔ اور ان کی اصلاح وفلاح کے لیے ہر ممکن تدبیر اور کوشش کیا کرتے تھے۔ اسی لیے آپ نے شاہان وقت سے تحریری ودعوتی روابط قائم کیا۔ چناں چہ کوئین وکٹوریہ اور ہندوستان کے راجاؤں اور نوابوں کی خدمات میں رسائل مکاتیب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی۔ اور اس کے علاوہ آپ حسب موقعہ وضرورت اپنے مریدین وخلفاء اور تلامذہ کو بھی طرح طرح کی ہدایات فرماتے رہتے تھے۔

مولوی محمد امام الدین صاحب مہکری منصف شہر بنگلور (کرناٹک) منصب قضاۃ پر متمکن ہوئے تو اس خبر کو سن کر یہ مکتوب روانہ فرمایا:

"از زبان داردین تقرر خدمت قضاۃ بنام آں صاحب بدریافت رسید۔ محبت آثار خود را مقید شریعت گردانیدہ عدالت را بہانہ تنفیذ مقدمات شرعیہ دانند۔ والا ابد باشا شند وکلمہ چند کہ در نامہ مخدومی محی الدین علی خان مہکری مندرج اند۔ آں را دستور العمل خویش سازند۔"

بعض آنے والوں کی زبانی معلوم ہوا کہ آپ منصب قضاۃ پر جلوہ افروز ہوئے ہیں محبت آثار! خود کو شریعت کا پابند بنائیں اور شرعی احکام کے نفاذ کے لیے قضاۃ کو ایک بہترین موقعہ سمجھیں۔ اگر اس موقعہ سے آپ نے صحیح فائدہ نہیں اٹھایا تو منصب قضاۃ کو اپنے حق میں ایک بری بلا اور وبال تصور کریں۔ مخدومی محی الدین علی خان مہکری کے مکتوب میں چند باتیں درج کیا ہوں۔ ان کو اپنے لیے دستور العمل بنائیں۔

ایک دوسرے مکتوب میں منصف مذکور سے یوں مخاطب ہیں:

"در امر قضا احقاق حق واصلاح خلائق منظور ومقصود دارند کہ منظر حق جل شانہ دل ست نہ گل۔"

قضاۃ وعدالت کے کام میں حق کے اثبات کو اور لوگوں کی اصلاح کو مقصود جانیے اللہ تعالیٰ کی نظر انسان کے دل اور اس کی نیت پر ہوتی ہے نہ کہ اس کے جسم اور ظاہری کردار وعمل پر۔

اور مولوی فصیح الدین قاضی تلچیری (کیرالہ) سے ان الفاظ میں ہم کلام ہیں:

"امروز روزے است کہ اسلام بغایت ضعف و غربت دارد و زمانہ است کہ عملِ قلیل بعوض اجرِ جزیل بکمالِ اعتناء در عالم الغیب بدرجۂ اجابت می رسد۔ درچنیں حیان آں چہ آں مخدوم کامیابِ عدالت و ترویج شریعت و تقویت ایمان و مومنان و پناہِ اسلام و مسلمانان ہستند۔ ایں مسکین نہایت غنیمت می داند و ہیچ نعمت را برابر ایں دولت نمی شناسد حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ بنابر ترویج شریعت و تائید ملت بصحبت سلاطین و امراء می رفتند و بتصرف خود مطیع و منقاد ساختہ ترویج شریعت می فرمودند۔ ایں حالِ حکومتِ مسلمانان است۔ درایں زماں حکومتِ کفاران قیاس باید کرد کہ چہ قدر موجب رضا و قرب حق عزّ و جل خواہد بود۔"

یہ وہ دور ہے کہ اس میں اسلام انتہائی ضعف و کمزوری اور غربت و اجنبیت سے دوچار ہے۔ لہٰذا اس وقت تھوڑا سا عمل بھی اللہ تعالیٰ کی نظر میں کمالِ اعتناء و قدر کے ساتھ اجرِ جزیل سے مشرف ہوگا۔ ایسے زمانے میں آپ کی ذاتِ گرامی اسلام اور مسلمانوں کے لیے جائے پناہ ہے اور ایمان و اہلِ ایمان کے لیے تقویت کا باعث ہے اور شریعت کی ترویج و کامیاب عدالت کا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ اور فقیر کے نزدیک اس نعمت سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہے۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ شریعت کی ترویج و تنفیذ اور مسلمانوں کی تائید و بھلائی کے خیال سے امراء و سلاطین کی صحبت اختیار کرتے تھے اور اپنے اثر و رسوخ اور تصرف کے ذریعہ ان کو مطیع بناتے ہوئے شریعت کے احکام نافذ فرماتے تھے۔ یہ اس زمانہ کا حال ہے جب کہ حکومت و سلطنت کی زمام مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی۔ غور فرمائیے کہ اس غیر مسلم دورِ حکومت میں شریعت کی ترویج و اشاعت کس قدر خوشنودئ رب کا باعث ہوگی۔"

اور محمد محی الدین علی خان کے نام تحریر کردہ مکتوب میں احیاء سنت، انسدادِ بدعت، امر بالمعروف نہی عن المنکر میں مداہنت اور اخوتِ اسلامی کے حقوق کی ادائیگی سے متعلق

ان الفاظ میں تاکید فرمارہے ہیں۔

"سعادت مند کسے است کہ درین غربت امانت بدعتے از بدع مستعلہ نماید واحیائے سنتے از سننِ متروکہ فرماید و تذکر موت واحوال آخرت نصب العین دارد وامر معروف ونہی عن المنکر مساہلت و مداہنت نورزد و حقوق اسلام بجا آرد۔"

غربت اسلام کے اس دور میں سعادت مند آدمی تو وہی ہے جو معاشرہ میں پھیلی ہوئی بدعات ضلالت میں سے کسی بدعت کا قلع قمع کردے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متروکہ سنتوں میں سے کسی سنّت کو زندہ کردے۔ اور موت واحوال آخرت کی یاد کو اپنا نصب العین قرار دے اور خیر وبھلائی کے پھیلانے میں اور شر وبرائی کے ختم کرنے میں مداہنت اور غفلت وسستی کا ثبوت نہ دے اور اسلام کے حقوق بجالائے۔

شہر بنگلور اور اس کے گرد ونواح میں مسلمانوں کے درمیان سر اٹھائے ہوئے اختلافات اور نت نئے فتنوں اور حضرات علماء کے سکوت سے کس قدر بے چین ومتفکر ہیں اس کا اندازہ اس مکتوب سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے جو آپ نے وہاں کے علماء اور مشائخ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ مکتوب کافی طویل ہے۔ اس کے بعض حصّے کا ترجمہ درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

بعد سلام مسنون واضح ہو کہ سنا گیا ہے کہ بنگلور کے بعض مقلدین دعوئ تقلید کے باوجود اجتہادات اور استنباطات کر رہے ہیں حالاں کہ مقلد کو کسی طرح اجتہاد اور استنباط کا حق نہیں پہنچتا۔ کذا فی کتب الاصول ان جیسے مقلدین کے اجتہادات واستنباطات اور ائمہ اربعہ کی عدمِ تقلید نے بہتّر۷۲ فرقوں کو گمراہی وضلالت کے بھنور میں جھونک دیا۔ ضلوا فاضلوا خود بھی گمراہ ہوئے اوروں کو بھی گمراہ کیا۔

مسلمان ہونے کا دعوئ کرنے کے باوجود اولیاء اللہ اور علمائے کرام کا انکار

کر رہے ہیں اور انھیں کافر کہہ رہے ہیں حالاں کہ یہ مسلّم حقیقت ہے کہ کسی ادنیٰ مومن کو بھی کافر کہنے سے، کہنے والا خود ہی کافر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے اور عقائد کی تمام کتابوں میں اس مسئلہ کی وضاحت ہے۔

جب کسی ادنیٰ مومن کی تکفیر سے آدمی خود ہی کافر ہو جائے تو ہزاروں علماء و صلحاء، اولیاء اور سادات کو کافر کہنے کی قوت بھلا کس شخص میں ہو گی۔ اس شنیع اور رذیل کام کو وہی شخص کر سکتا ہے جس کا دل مریض اور جس کا باطن خبیث و گندہ ہو۔

ترا تیشہ دادم کہ ہیزم شکن
نگفتم کہ دیوار مسجد بکن!

میں نے تجھ کو اوزار اس لیے دئے کہ لکڑیاں توڑے، دیوار مسجد منہدم کے لیے نہیں۔ یعنی یہ چیز تعمیری کاموں میں استعمال کرنے کے لیے تھی نہ کہ تخریبی کاموں کے لیے۔

اور سنّیت کے دعویٰ کے باوجود شیعیوں اور خارجیوں کی طرح بزرگانِ دین پر طعن و تشنیع کرنے کو دین داری کا کمال اور بزرگی خیال کر رہے ہیں۔

صحابۂ کرامؓ اور اہلِ بیتِ نبویؐ کی تکفیر اور اُن پر لعن و طعن ہی نے شیعیوں اور خارجیوں کو صراطِ مستقیم سے مشرق و مغرب کی طرح دور کر دیا۔ ھلکوا فاھلکوا۔ خود بھی ہلاک ہوئے اوروں کو بھی ہلاک کیا۔

حدیث شریف میں ہے اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویھم

رحلت شدہ لوگوں کی خوبیاں اور اُن کے محاسن کا اظہار کرو اور ان کی لغزشوں اور خامیوں کے اظہار و بیان سے اپنی زبان و قلم کو روک رکھو۔

لیکن لوگوں کا معاملہ یہ ہے کہ مرے ہوئے لوگوں کے عیبوں کو ظاہر کرو، اور اُن کی خوبیوں کو پوشیدہ رکھو بلکہ بزرگانِ دین کی نیکیوں کو بھی گناہوں کی صورت میں دیکھیے

ہیں۔

اور یہ حقیقت ہے کہ ہم لوگوں نے ان ہی بزرگانِ دین سے دین اور شریعت کو پایا ہے۔ اگر ان کے بارے میں لعن وطعن کی گنجائش نکل آئے تو پھر شریعت کے لوپ سے ہمارا اعتماد اٹھ جائے گا۔ اور ان بزرگوں کے متہم ہونے کے بعد شریعت کا اثاثہ اور ذخیرہ سب کچھ ناقابلِ اعتبار ہوجائے گا۔ العیاذ باللہ

اور یہ جان کر حد درجہ رنج والم اور افسوس ہوا کہ بنگلور کے علماء اور مشائخ اس باب میں تغافل اور تساہل سے کام لے رہے ہیں۔ اور ان بے انصاف افراط پسند لوگوں کی سختی اور تشدد کا کوئی انسداد بھی نہیں کر رہے ہیں اور اس واقعہ میں خود کو معاف تصور کر رہے ہیں۔ اس قسم کے واقعات میں تغافل اور تساہل برتنا دراصل اہلِ بدعت کو دلیر بنانا ہے۔ اور دین کے اندر رخنہ پیدا کرنا ہے۔ اگر یہی حالت رہی تو وہ لوگ اہلِ حق ہی کو برملا اپنے باطل معتقدات کی دعوت پیش کریں گے۔ اور ایک قلیل مدت میں وہاں کے علماء اور مشائخ اس گروہ کو بھیڑیوں کی شکل میں بکریوں کے ریوڑ سے نکلتا ہوا دیکھ لیں گے۔

فقیر اللہ سے امید رکھتا ہے کہ وہاں کے اکابرین کو اس فتنہ کے انسداد کے لیے مامور فرمائے گا اور اس ماتم زدہ کے کانوں تک یہ رخنہ بند ہونے کی خبر جلد از جلد سنائے گا۔

اس مکتوب کو مولوی عبدالحیٔ صاحب قادری (خلیفۂ قطبؒ ویلور، مصنفِ مطلع النور) یا مولوی محمد حنیف صاحب قادری (خلیفۂ قطبؒ ویلور) یا مولوی شاہ عبدالوہاب قادری (خلیفۂ قطبؒ ویلور و بانیٔ مدرسۂ باقیات ویلور) سے سنیں اور وہاں کے اکابرین کو بھی سنائیں۔

کتاب وسنّت کی اتباع اور اہمیت

حضراتِ صوفیاء پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ ان کے نزدیک کتاب وسنّت کی کوئی قدر وقیمت اور وقعت نہیں ہے بلکہ یہ اور ان کے

مریدین و متبعین صریح طور پر کتاب و سنّت کی خلاف ورزی کے مرتکب ہیں۔ یہ فکر و خیال مستصوفین (فی الواقع صوفی نہ ہو اور خود کو صوفی ظاہر کرے) اور ان کے مقلدین سے متعلق تو صحیح ہو سکتا ہے لیکن متصوفین اور عارفین کی ذوات بابرکات سے متعلق کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ کیوں کہ ان بزرگوں نے کبھی کتاب و سنّت کو پس پشت نہیں ڈالا اور نہ کبھی تحریم و تحلیل کی حدیں توڑیں اور نہ ہی اباحتِ اعمال کا ارتکاب کیا۔ چناں چہ اس غلط فہمی کے ازالہ کے لیے حضرتِ قطبؒ ویلور کی تنہا ذات گرامی کافی اور شافی ہے۔ جن کی زندگی کتاب و سنّت کی آئینہ دار تھی اور آپ نے اپنے مریدین اور متوسلین کے سامنے قرآن و حدیث کی اہمیت کن کن زاویوں سے اُجاگر کی ہے اس کا اندازہ ذیل کے مکتوب سے بطریقِ احسن ہو جائے گا۔

مولوی جعفر شریف قاضی بلدۂ بنگلور کو ان الفاظ میں نصیحت اور تاکید فرما رہے ہیں۔

"مومن را اتباعِ کتاب و سنّت باید و کتب متداولہ اہلِ سنّت و جماعت را پیشوائے خود سازد و در دینداری پاس قوم و ملک و پدر و استاد نہ چہ اعتبار ہر عالمی کہ باشد قول او را بشرطِ موافقت با کتاب و سنّت مقبول باید داشت۔ پس مارا در دینداری خلاف کتاب و سنّت چہ قسم روا بود و اتباعِ عمرو و زید بر خلاف خدا و رسولِ خدا چرا بجا باشد۔

و اعتبار اکثر عوام زمان فرقہ

مومن کو چاہیے کہ قرآن و حدیث کی اتباع کرے اور اہلِ سنّت و جماعت کی کتب متداولہ کو اپنا رہبر اور پیشوا بنا لے۔ دین و شریعت کے معاملہ میں قوم و ملّت اور استاد و پدر کا کیا اعتبار۔ عالم جو بھی ہو اس کا قول کتاب و سنّت سے موافق رہنا چاہیے۔ دینداری کے معاملہ میں تمہیں قرآن و حدیث کے خلاف کرنا کیوں کر صحیح ہوگا اور اللہ اور رسولؐ کے خلاف زید و عمر کی اتباع کیوں کر صحیح و درست ہوگی۔

فرقہ حکم می شود و تفرقہ بر تفرقہ می افزا یند و بہوائے نفس امارہ سخن می رانند و ہر جوقی بمتبوعان جوق دیگر بشا تمت و مکافرت پیش می آیند و آخرت ابدی را برباد۔

افسوس! اس زمانہ میں اکثر لوگ جماعت جماعت حَکَم اور ثالث بن رہے ہیں اور تفرقی پر تفرقی پیدا کر رہے ہیں اور نفس امارہ کی خواہش پر باتیں کرنے لگے ہیں اور آخرت تباہ کر رہے ہیں۔

حکم در تنقیح حق عالمے باید کہ از کتاب وسنّت واقف بود۔ واز فروع و اصول مذاہب ماہر باشد واز نفسانیت دور بود۔

حق کی تنقیح اور توضیح کے معاملہ میں حَکَم اور ثالث ایسے عالِم کو بنانا چاہیے جو قرآن وحدیث سے واقف اور ائمہ اربعہ کے مذاہب کے اصول وفروع میں ماہر ہو اور وہ نفسانیت سے پاک اور صاف ہو۔

بیسونہ کے فاضل جج امام الدین جھکری کے نام تحریر کردہ مکتوب میں وصیت اور ہبہ کے احکام کی تفصیل تحریر کرنے سے قبل کتاب وسنّت سے متعلق روشنی ڈالی ہے۔ یہ مکتوب بھی کافی طویل ہے لہٰذا اس کے ترجمہ ہی پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔ فرماتے ہیں۔

"قرآنِ حکیم تمام احکامِ شرعیہ کا جامع اور لب لباب ہے۔ اور اس کے بعض احکام ایسے ہیں جن کا ادراک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے اور ایسے احکام کو سنّت کہتے ہیں۔ اور آیت قرآنی واطیعوا الرسول میں سنّت کی اتباع کا حکم ہے۔ اور اسی سنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کے مجمل و متشابہ احکام کی عقدہ کشائی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مراد واضح ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ جب قرآن کے معانی و مفاہیم کو سنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں اخذ کرد۔ اس لیے

[illegible] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ قرآن کے معانی اور

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، معانیٔ قرآن کے فہم و تعین میں سند اور دستاویز
کی حیثیت رکھتی ہے۔

اور جو شخص پیغمبر علیہ السلام کی سنت سے جو کتاب کے لئے
مُبیّن اور مظہر ہے، اعراض کرتا ہے اور ہر ہر حکم جزئی کا ثبوت قرآن سے چاہتا
ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص بادشاہ کے مخصوص قاصد کے حکم
کو ٹھکرا کر بادشاہ کے فرمان کی سند طلب کرے۔

تمہیں جب کوئی حکم قرآن سے معلوم نہ ہو تو پیغمبر کی حدیث اور
سنتِ خیر البشر ﷺ سے معلوم کر لیں اور جب وہ سنّت سے بھی معلوم نہ ہو تو اجماع،
جمہور اور اجتہاد مجتہدین سے معلوم کر لیں اور احکام کی تلاش کے لیے کتبِ
تفاسیر، احادیث و شروح احادیث، کتب اصول اور دیگر اہلِ سنت و جماعت
کی کتبِ متداولہ کا مطالعہ کرتے رہیں۔"

ایک اور مرید صادق الاعتقاد مولوی قادر محی الدین ابن غلام
محمد خان نواب کو اجازت سے مشرف فرماتے ہوئے قرآنِ کریم سے متعلق جو ارشادات
و نصائح کی ہیں اس کا ترجمہ بھی ملاحظہ ہو:

آپ نے قرآنِ کریم کی تلاوت، دلائلِ خیرات' اور قصیدۂ بردہ
کی اجازت طلب کی تھی۔

"سعادت آثار!

اللہ تعالیٰ کی نظر کا مقام انسان کا قلب ہے نہ کہ اس کا جسم۔ لہذا قرآن
کریم کی تلاوت اور اوراد و وظائف اور ادعیہ ماثورہ کے پڑھتے وقت دل کی توجہ
اللہ تعالیٰ کی طرف ہونی چاہیے اور جو کچھ پڑھا جا رہا ہے اس کا معنی و مفہوم سمجھے
بغیر دل کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں ہو سکتی۔ اس لیے مرید کو چاہیے کہ پہلے

قرآن کریم کے معنی سمجھے اور اس کے بعد تلاوت اور ورد کی جانب متوجہ ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ قرآنِ کریم کی تلاوت اور ذکر و مراقبہ ہے اور ان میں بہترین راستہ تلاوتِ کلام پاک ہے اور حضرات صحابہؓ نے زیادہ تر اسی راستے سے سلوک طے کیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: انی ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی۔ میں تمہارے درمیان دو چیز چھوڑ چلا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور میرے اہلِ بیت۔

قرآنِ کریم کی تلاوت میں ضروری ہے کہ کلام، اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ سنیں، یہ ادنیٰ مرتبہ ہے اور تلاوت کے دوران ہر قصہ و خطاب کا مخاطب خود کو جانیں، یہ درمیانی مرتبہ ہے اور تلاوتِ قرآن میں اپنے افعال اور صفات کا مشاہدہ کریں، یہ اعلیٰ مرتبہ ہے۔

اجازت کے اندر بڑی تاثیر ہے اس لیے حسبِ التماس قرآنِ کریم، دلائل الخیرات اور قصیدۂ بردہ کے پڑھنے کی اجازت دے رہا ہوں جہاں تک ہو سکے قرآن کریم کے معانی و مطالب سمجھتے ہوئے تلاوت کریں۔ اور جب تلاوت سے دِل اُکتا جائے تو پڑھنا موقوف کر دیں۔ کیوں کہ تلاوت کے لیے فہم معانی اور حضورِ قلب کی حیثیت ویسی ہے جیسے جسم کے لیے روح۔

صفات و خصوصیات کا جامع مرقع

حضرت قطبؒ ویلور کی سیرت کے صحیح

خد و خال کی جامع تصویر اور سچا مرقع مولوی شاہ عبدالحی قادری سے زیادہ بہتر کون پیش کر سکتا ہے۔ جن کو تیس۳۰ سال تک حضرت قطبؒ ویلور کی صحبت و تربیت میں رہنے کا شرف حاصل رہا۔ لہٰذا اس باب میں ان کا بیان شہادتِ عینی کا مرتبہ رکھتا ہے۔ فرماتے ہیں:

حضرت قطب ویلورؒ کے اندر صبر و شکر، سکون، وقار، صدق و مروت، ایثار، زہد و قناعت، حلم و عفو، اور تواضع اور اس جیسی بے شمار صفات پائی جاتی تھیں۔ آپ کے اندر حد درجہ سادگی اور بے تکلفی تھی۔ مریدین و معتقدین اور تمام لوگوں کے درمیان ایک ہی فرش پر بیٹھا کرتے تھے۔ اپنے لیے کسی قسم کا امتیاز پسند نہیں فرماتے تھے۔ خواص ہو یا عوام آپ ہی سلام کرنے میں پہل فرماتے تھے۔ آپ کے پاس جو بھی ملاقات کے لیے حاضر ہوتا تو اس کے لیے تواضعاً للہ کھڑے ہو جاتے اور مصافحہ فرماتے تھے۔ بڑے مہمان نواز تھے۔ ہر مہمان کو اصرار کے ساتھ کم از کم تین دن اپنے پاس ٹھہرا لیتے اور ہر طرح سے اس کی خاطر و مدارت اور اس کی دل جوئی فرماتے تھے۔ فقراء و مساکین اور سائلین کا ہمیشہ خاص لحاظ اور ان کا خاص خیال رکھتے تھے۔ اور کبھی کسی شخص کی دل شکنی و دل آزاری نہیں فرماتے۔ مزاج میں درویشانہ شانِ بے نیازی تھی اور کمال استغناء کا یہ عالم رہا کہ ساری زندگی کسی سے دستِ سوال دراز نہیں کیا۔ امراء و اغنیاء آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ان کے سامنے اکثر اوقات دنیا کی بے وفائی اور اس کے زوال و فنا پر روشنی ڈالتے دشمنوں کے ساتھ بھی عفو و درگزر اور خاطر و مدارت اور محبت و الفت فرماتے تھے اور جو لوگ اسلام قبول کرتے تو ان کی جانب خصوصیت کے ساتھ توجہ فرماتے اور ان کی تعلیم و تربیت فرماتے اور تالیف قلب کے خیال سے خصوصی عنایات و مراعات فرماتے اور مسلمانوں میں کوئی نزاع اور اختلاف رونما ہوتا تو فوراً ان کے درمیان صلح کی سعیٔ بلیغ فرماتے تھے۔ (ملخص از مثنوی مطلع النور)

کرامات و خوارق

اولیائے کرام کی بزرگانہ سیرت و سوانح کا ایک جز کرامات اور خرق عادت امور کا ظہور بھی ہے۔ اور حضرت قطب ویلورؒ کی ذاتِ گرامی سے بھی کئی کرامات ظہور پذیر

ہوئیں۔ اس چیز کے اظہار سے آپ کی شخصیت کے متعدد پہلوؤں اور گوشوں کا احاطہ مقصود ہے ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کی سب سے عظیم زندۂ جاوید کرامت آپ کا علمی و تصنیفی اور اصلاحی و تجدیدی کارنامہ ہے۔ جس سے ایک صدی اور ایک نسل متاثر ہوئی۔ اور اس کے اثرات و برکات آج بھی موجود ہیں۔

ذیل میں آپ کی بعض کرامات اور خارق عادت امور کا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

سید حیدر نامی ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ مجھے روح سے متعلق بعض معلومات اور تحقیقات حاصل کرنی تھی جس کی وجہ سے حضرت مکان گیا۔ حضرت قطب ویلور مسجد میں معتکف تھے۔ آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: کیا روح کے حادث اور غیر مخلوق ہونے کے بارے میں جاننا چاہتے ہو؟ یہ بات سن کر میری حیرت و استعجاب کی انتہا نہ رہی اور عرض کیا کہ ہاں!

اس کے بعد آپ نے روح کو مخلوق اور حادث قرار دیتے ہوئے بڑی مفصل و مدلل تقریر فرمائی جس سے مجھے اطمینان حاصل ہوا۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے وعظ و نصیحت فرما رہے تھے ایک درویش تشریف لائے جن کی ظاہری حالت بڑی خستہ اور ناگفتہ بہ تھی۔ آپ ان کو دیکھ کر فوراً اٹھ کھڑے ہو گئے اور مصافحہ کیا۔ اُن سے محوِ گفتگو رہے۔ مجلس میں چند دولت مند حضرات بھی تھے جنھیں یہ بات ناگوار معلوم ہوئی اور اس درویش کی طرف حقارت آمیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اپنے دلوں میں یہ خیال کیا کہ حضرت کیسے آدمی کی تعظیم و تکریم کر رہے ہیں۔ اس اثناء میں حضرت قطبؒ ویلور کسی کام سے گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ اس وقت یہ مرد درویش شیر کی شکل اختیار کر گئے۔ یہ حالت دیکھ کر اہلِ مجلس اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ اس شور و غل

کو سن کر حضرت قطبِؒ ویلور گھر سے باہر تشریف لائے اور شیر کی پشت پہ ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا: اے مردِ خدا ایسی جلالت کا اظہار نہ کرو۔ اسی وقت درویش اپنی اصلی حالت پہ آگئے۔ اور اپنے جلال میں آجانے کی وجہ بتائی تو حضرت قطبِؒ ویلور نے اہلِ مجلس کے سامنے مختصر سی تقریر فرمائی جس میں یہ وضاحت کی کہ کسی انسان کو حقیر تصور نہیں کرنا چاہیے۔

ویلور گزٹ میں یہ واقعہ درج ہے کہ ٹیپو سلطان کی شہادت کے بعد جب بیگمات اور شاہزادوں کو ویلور کے قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا تھا۔ ایک دن شاہزادوں کے محافظ دستے نے بغاوت کی جس میں انگریزی فوج کے کئی سپاہی اور افسر مارے گئے۔ لیکن بغاوت ناکام ہو گئی۔ انگریز جنرل نے باغیوں کو سزائے موت کا حکم دے دیا اس میں ایک بے گناہ آدمی محمد ایوب جو حضرت قطبِؒ ویلور کے مرید تھے وہ بھی پھنس گئے۔ تمام باغیوں کو جب سولی دی جانے لگی تو اس بے گناہ کی بھی باری آگئی۔ جنرل نے پوچھا: تمہاری کوئی خواہش ہے؟ عرض کیا اپنے مرشد سے آخری ملاقات کرنا چاہتا ہوں چناں چہ انھیں حضرت قطبِؒ ویلور کی خدمت میں لایا گیا۔ محمد ایوب نے اپنے مرشد سے ملاقات کی اور سارا ماجرا بیان کیا۔ اور حسنِ خاتمہ کے لیے دعا کی درخواست کی، تو حضرت قطبِؒ ویلور نے فرمایا: گھبرانے کی بات نہیں۔ جاؤ! سلامتی کے ساتھ واپس آجاؤ گے۔ اس کے بعد انگریز سپاہ انھیں سولی دینے کے مقام پہ تختۂ دار پر لے گئے مشیتِ الٰہی دیکھیے کہ انگریز جنرل کے پہلو میں اس کی بیوی کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے اپنے شوہر سے کہا: آپ کیسے آدمی کو سولی دے رہے ہیں جو چہرہ سے بالکل بے گناہ اور معصوم دکھائی دے رہا ہے۔ یہ جملہ جنرل کے دل پہ اثر کر گیا اور وہ محمد ایوب کو دوبارہ دریافت کے لیے طلب کیا تو انھوں نے کہا: میرا کوئی قصور نہیں ہے میں بالکل بے گناہ ہوں۔ یہ سن کر انگریز جنرل نے انھیں اسی وقت معافی کا حکم دے دیا۔

بقول صاحبِ "مقالاتِ طریقت" حضرت قطبؒ ویلور کے ایک مرید نے اپنا یہ حال بیان کیا ہے کہ: مجھے ایک بار سفر کا اتفاق ہوا اور میں جوان تھا۔ اہل وعیال سے بہت دن دُور رہا۔ غلبۂ شہوت سے زنا کی خواہش ہوئی اور میں اس کام کا پورا ارادہ کر چکا تھا کہ اسی شب خواب میں حضرت تشریف لائے اور انتہائی غصّہ سے فرمانے لگے: تم پر افسوس ہے۔ حرام فعل کے ارتکاب کی خواہش اور ارادہ اپنے دل میں رکھے ہوئے ہو۔ تمہاری شہوت سلب ہو چکی ہے۔ میں جب نیند سے بیدار ہوا تو انتہائی ندامت اور شرمندگی لاحق ہو گئی۔ اور میں اس مصیبت میں گرفتار ہو گیا کہ میرے اندر رجولیت ختم ہو چکی تھی۔ اسی پریشانی اور شرمندگی کے عالم میں تین سال گزر گئے۔ ایک روز میں حضرت کے بہنوئی مولانا الحاج محی الدین جو علم و فضل میں اور زہد و تقویٰ میں اور طبابت میں اپنی نظیر آپ تھے، کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ اپنا علاج کروا سکوں۔ حکیم صاحب نے میرا حال سُنا تو فرمایا یہ کوئی بیماری نہیں۔ یہ تمہارے مرشد کا تصرف معلوم ہو رہا ہے۔ بہتر ہے تم ان کی جانب ہی رجوع کرو۔ اس کے بعد میں اپنی سرگزشت ایک کاغذ پر تحریر کیا اور حضرت کے حجرے مبارک میں رکھ دیا۔ حضرت تشریف لائے اور ملاحظہ فرمایا اور میری طرف نگاہ کی تو شرمندگی اور خجالت کی حد نہ رہی۔

اسی شب خواب میں حضرت نظر آئے اور فرمایا ہر حال میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے خوف کرنا چاہیے۔ اللہ نے تمہاری رجولیت لوٹا دی ہے۔ آئندہ ہوشیار رہو۔ اس واقعہ کے بعد میں اپنے اندر رجولیت پانے لگا۔

الحاج مولانا حافظ سید محمد علی عرف سید و میاں المتخلص نوا ابنِ نواب ملتمس خان مرحوم کا بیان ہے کہ ایک روز میں حضرت قطبؒ ویلور کی مجلس میں حاضر ہوا۔ مغرب اور عشاء کا درمیانی وقت تھا۔ ایک درویش نما بزرگ حضرت

کی خدمت میں آپہنچے اور اثنائے گفتگو میں انہوں نے حضرت سے پوچھا: اللہ تعالیٰ تو رزّاقِ مطلق ہے۔ اگر میں کسی پہاڑ پر بیٹھ جاؤں تو کیا مجھے وہاں رزق پہنچائے گا حضرت نے فرمایا: نہیں۔ سائل نے پوچھا: کیوں نہیں جب کہ مخلوق کے رزق کی ذمہ داری خود اس نے اپنے پر عائد کر لی ہے: **وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا**۔ اس پر حضرت نے فرمایا جب تک تمہارا دل نہ بیٹھے خدا نہیں دے گا۔

حضرت قطبؒ ویلور کا یہ مختصر جواب بڑا ہی معنی خیز اور عبرت و نصیحت سے بھرپور ہے۔ جس میں ایک طرف اللہ کی اس قدرت کا اعتراف و اقرار ہے کہ وہ بلا سبب اور بغیر واسطہ بھی رزق پہنچانے پر قادر ہے بشرطیکہ بندہ کا دل خدا کی رزاقیت پر کامل یقین کے ساتھ جم جائے۔ **ویرزقہ من حیث لا یحتسب**۔ اور دوسری طرف اس جواب سے اسباب و وسائل اور ذرائع کو اختیار کرنے کی تلقین و تاکید ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسباب کو ترک کرنے کا نام توکل نہیں ہے بلکہ اسباب پر ترکِ اعتماد کا نام توکل ہے بمصداق: دست بکار و دل بیار۔

مولانا عبدالرحیم ضیا حیدرآبادی "مقالاتِ طریقت" میں لکھتے ہیں کہ:

حضرت قطبؒ ویلور چتور کی جیل میں نظر بند تھے۔ آپ کا کمرہ مقفل رہتا تھا۔ روشنی کا انتظام نہیں تھا۔ صرف ایک چھوٹا سا دریچہ کھلا رہتا تھا۔ جیل کا نگران اپنی عادت کے مطابق ایک شب میں گشت لگاتے ہوئے آپ کے دریچے کے پاس پہنچا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ آپ کے کمرہ کے دریچے سے روشنی نظر آرہی ہے۔ اسی وقت اپنے جمعدار اور دوسرے لوگوں کو لیے ہوئے آپ کا کمرہ کھولا تو سبھی لوگوں نے دیکھا کہ آپ رو بہ قبلہ سربسجود

ہیں۔ اور اچانک روشنی غائب ہوگئی۔ اس واقعہ کے بعد قید خانے کے لوگ آپ سے متاثر ہوئے اور آپ کے ساتھ ادب و تعظیم کے ساتھ پیش آنے لگے۔

حضرت قطب ویلور رحمۃ اللہ علیہ کے کشف و کرامات میں اولیاء اللہ کی ارواحِ مقدسہ سے ملاقات و گفتگو اور اکتسابِ فیض کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ چناں چہ آپ پہ حضرات خواجہ بندہ نواز گیسو دراز (مدفون گلبرگہ شریف) اور حضرت سید شاہ قادر ولی ناگوری (مدفن ناگور) کے مزار کا حال منکشف ہوا۔ ایک مکتوب میں اولیاء اللہ کی ارواح سے فیض پہنچنے کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

"بزرگاں چہ در حالتِ حیات و ممات قرب و بعید و بیدار و نائم رافیض می رسانند۔ فیضے کہ بطریق خرق عادت بود مبنی بر قرب قلبی است و فیض عادی مبنی بر قرب بدنی۔

اولیائے کرام حیات و ممات، قرب و بعید اور خواب و بیداری ان تمام حالتوں اور کیفیتوں میں اپنا فیض پہنچاتے ہیں اور جو فیض کہ خرقِ عادت کے طور پہ پہنچتا ہے اس کا انحصار قربِ قلبی پہ ہے اور جو عادت کے طور پہ پہنچتا ہے وہ قرب بدنی اور صحبتِ جسمانی پہ مبنی ہے۔

تصنیفی خصوصیات اور کتابوں کا تعارف

حضرت قطب رحمۃ اللہ علیہ ویلور کے عہد میں علمی اور تحقیقی میدان میں بڑی وسعت ہو چکی تھی اور پریس کی ایجاد سے تحریر و تصنیف کے باب میں بھی بڑی ترقی ہو چکی تھی۔ اور آپ کے معاصرین علماء و فضلاء میں افضل العلماء مولوی قاضی ارتضاء علی خان صفوی، امام العلماء قاضی بدر الدولہ بہادر، مولانا مولوی عبدالوہاب مدراسی، مدار الامراء بہادر اور مولانا مولوی حافظ احمد خان بہادر کے اسمائے گرامی قابلِ ذکر ہیں۔

اور ان علماء کی بدولت علاقہ، مدارس میں تعلیم اور تصنیف کا سلسلہ کسی حد تک جاری رہا۔ لیکن تصوّف کی دنیا سونی سونی نظر آرہی تھی اور کوئی ایسی صوفیانہ شخصیت نہیں تھی جو علمی اور عملی تصوّف کی جامع ہو۔ اور حضرت مولانا سید شاہ عبدالقادر فخری میلاپوری المتوفی ۱۲۰۴ھ کی کتاب اصل الاصول اور مفتاح العارف کے بعد تصوّف پر خالص علمی وفنّی انداز میں مدلل، جامع اور مبسوط تصنیف منظر خواص پر نہیں آرہی تھی۔ حضرت قطب ویلوری نے تعلیم وتزکیہ اور تحریر وتصنیف کے سلسلہ میں نئی رُوح پھونک دی اور آپ کے قلم سے کئی ایک معرکۃ الآراء اور گراں قدر علمی وتحقیقی کتابیں وجود پذیر ہوئیں جو اپنی گوناگوں خصوصیات کے باعث اس عصر کی تصانیف میں ممتاز نظر آتی ہیں آپ کی تصانیف کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے اندر بے پایاں اخلاص اور للہیت موجود ہے۔ جن کی نگارش کے پیچھے خدمتِ دین اور بندگانِ خدا کی تعلیم واصلاح کے سوا کسی قسم کی دنیوی غرض اور ذاتی منفعت دکھائی نہیں دیتی۔ اور اس کا فیض ہے کہ ان کا ایک ایک لفظ تاثیر میں ڈوبا ہوا ہے۔ اور ناظر کا دل بے اثر لیے بغیر نہیں رہتا کہ ان کا مصنف ایک مخلص داعی اور خیر خواہ مصلح ہے۔ ہر کہ از اخلاص می خیزد بر دلِ می ریزد۔

اور دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ مناظرہ اور مجادلہ کے زنگ سے خالی ہیں۔ اور خالص علمی انداز اور مثبت پہلو کی حامل ہیں۔ جن کے اندر استدلال کی قوت، بیان کی شگفتگی، زورِ بیان، سلاست و روانی، متانت وسنجیدگی، نفاستِ ترتیب اور اختلافی مسائل میں اعتدال کی شان نمایاں ہے اور کہیں بھی آپ نے ناشائستہ، نازیبا اور ناروا الفاظ استعمال نہیں کیا حتّی کہ اپنے مؤقف کے مخالفین کے حق میں بھی کوئی حقارت آمیز جملہ نہیں کہا ہے۔ اور جو بات بھی ہو اس کو

آئمہ اور فقہاء کے مسالک و مواقف اور آراء کی روشنی میں بیان کیا ہے اور بڑے انوکھے انداز اور لطیف اسالیب میں ہر بحث کو ختم کیا ہے۔

مثلاً مسئلہ تثویب سے متعلق بحث کرتے ہوئے ان الفاظ میں اپنی بات کو ختم کر رہے ہیں:

"بعض از عوام تثویب را نیز بدعت ضلالت می گویند و از امر معروف نہی می نمایند این ہمہ افراط مبنی از قلت استعداد و ناشی از دعوی بے اصل اجتہاد است۔" (فصل الخطاب: ص ۴۰)

بعضوں نے تثویب کو بھی بدعت ضلالت سے تعبیر کیا ہے اور اس طرح انہوں نے ایک امر معروف سے نہی یا لمعروف کا کام انجام دیا۔ یہ افراط محض قلتِ استعداد اور بے اصل اجتہاد کے دعویٰ کی کھلی دلیل ہے۔

"مردوں کے لئے زندوں کی جانب سے صدقات" کی بحث میں رقمطراز ہیں:

"عجب تماشا است کہ بعضے مرداں ہم چو معتزلہ از ثواب رسانی موتیٰ انکار می کنند مع ہذا دعویٰ سنیت دست نمی بردارند و گاہی بر لطلانی ایصالِ ثواب بعبادت بدنیہ حکم می نمایند و با وجود این اجتہاد و ابطال دعویٰ تقلید و حنفیت نمی گزارند۔"

(فصل الخطاب: ص ۴۹)

عجب تماشا ہے کہ بعض لوگ فرقۂ معتزلہ کی طرح اموات کے حق میں ثواب رسانی کا انکار کرتے ہیں اور اس کے باوجود اہلِ سنّت جماعت سے علاحدگی بھی اختیار نہیں کرتے اور کبھی عبادتِ بدنیہ میں ایصالِ ثواب کے بطلان کا حکم دیتے ہیں اور اس اجتہاد اور ابطال کے باوجود تقلید اور حنفیت کے دعویٰ کو ترک نہیں کرتے۔

مسئلۂ زیرِ بحث کا موضوع اس طرح اختتام پذیر ہے:

"دریں امر مطاعن طرفین بر بزرگانِ جانبین مخبر از نادانی و مشعر از امر نفسانی است۔" (فصل الخطاب: ص۵۲)

اس مسئلہ میں دونوں جماعتوں کے افراد ایک دوسرے کے بزرگوں پر جو لعن طعن کر رہے ہیں اس سے ان کی نادانی اور نفسانیت ظاہر ہو رہی ہے۔

اور تیسری خصوصیت یہ ہے کہ حضرت قطب رحؒ و بلور کی تحریروں میں بزرگانِ سلف کے ساتھ حسنِ عقیدت، انتہائی ادب و احترام اور ان کے علمی و دینی کاموں اور اصلاحی کوششوں سے متعلق اعتماد اور حسنِ ظن موجود ہے۔ چنانچہ مکتوبات میں فرماتے ہیں۔ ترجمہ ملاحظہ ہو:

"بزرگوں کا علم، عمل، ورع، تقویٰ اور دیانت یہ چیزیں امت میں معروف ہیں اور ان کے قلوب اور نفوس نفسانیت کی آلائشوں اور نفس کی کدورتوں سے منزہ اور پاک وصاف تھے۔ اور یہ حضرات اس قابل ہیں کہ ان کے ساتھ حُسنِ ظن رکھا جائے۔"

اور یہ حقیقت کہ ہم لوگوں نے بزرگوں سے دین و شریعت کو پایا ہے۔ اگر ان کے بارے میں لعن وطعن کی گنجائش نکل آئی تو پھر شریعت کے اوپر سے اعتماد ہی ختم ہو جائے گا۔ اور ان بزرگوں کے متہم ہونے کے بعد ہماری شریعت کا اثاثہ اور ذخیرہ سب کچھ ناقابلِ اعتبار بن جائے گا۔ العیاذ باللہ۔ صحابہؓ کرامؓ اور اہلِ بیتِ نبوی ﷺ کی تکفیر اور ان پہ لعن وطعن ہی نے شیعیوں اور خارجیوں کو صراطِ مستقیم سے مشرق و مغرب کی طرح دور کر دیا۔ ھلکوا فاھلکوا خود بھی ہلاک ہوئے اوروں کو بھی ہلاک کر دیا۔

فقیر افراط اور غلو کی روش سے پناہ طلب کرتا ہے اور اولیائے کرام

کا انکار اور توہین کرنے والوں سے، اور ان کو کافر کہنے والوں سے، اور مقلدین کے اجتہاد سے اور مبتدع اشخاص کی بدعتوں سے اور بزرگانِ دین پر طعن و تشنیع سے برأت ظاہر کرتا ہے۔

بندگانِ نفوس دینی مسائل سے لاعلمی و بے خبری کے باوجود پورے افراط اور تفریط کے ساتھ بزرگوں پر لعن و طعن کر رہے ہیں۔ اسی لیے فقیر فصل الخطاب بین الخطاء والصواب تحریر کر رہا ہے۔ اور اس کی تالیف کا منشا بزرگانِ دین کے مطاعن کا دفع کرنا ہے۔ (مکتوباتِ حضرت قطب ویلور)

اور چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے مطالعہ سے یہ حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ اُن کے مصنف کا مطالعہ بڑا گہرا اور وسیع ہے۔ اور نظر بڑی دقیق اور عمیق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا ہے اس پر بے شمار کتابوں سے کافی مواد جمع کیا ہے اور ہر کتاب کئی اہلِ قلم کی نگارشات کا بہترین خلاصہ اور عطر لیے ہوئے ہے۔

اور پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ ان کے اندر زندگی کے خد و خال اور ماحول کی جیتی جاگتی تصویر نظر آتی ہے۔ جن کے مطالعہ سے بآسانی اس عصر کے مسلمانوں کی علمی و دینی اور اخلاقی حالت اور اُن کے درمیان واقع شدہ اختلافات اور گروہی تعصب و جماعتی تائید اور اختلافی مسائل میں غلو و تشدد و افراط و تفریط جیسی اہم اور نازک چیزوں کا علم ہو جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کی کتاب فصل الخطاب کو مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ چناں چہ لکھتے ہیں:

"غربت اسلام کے ان دنوں میں بعض برادرانِ دین اور مسلم عوام نے باوجود قلتِ علم کے علماء کے علم میں دخل اندازی کی اور فقہا کے اجتہاد پر طعنہ زنی کی اور بہتر بدعتی فرقوں کے مانند بزرگانِ عالی مقام کی تضلیل و تکفیر

اور مجتہدانِ ذی شان کے خلاف لب کشائی کی اور انتہائی تعصب سے فساد اور عناد کا حق ادا کئے ہیں۔ ان کی یہ مخالفت اور بزرگوں کی تضلیل مسلمانوں کے درمیان تفرقہ اور دینِ متین کے اندر جدال و نزاع کا باعث بنی ہوئی ہے۔ اور سنیت کے دعوی کے باوجود معتزلہ، شیعہ اور دیگر بدعتی فرقوں کے مانند اہل سنت وجماعت کے اختلافی مسائل میں ان کی تضلیل و تکفیر کر رہے ہیں۔ اور استنباط و اجتہاد کے دعوی کے ساتھ مجتہد کی رائے کے خلاف کتاب وسنت سے احکام اخذ کرنے لگے ہیں۔ اور بزرگانِ دین کی توہین و تضلیل اور خانۂ دینِ متین کے انہدام کو کمال بزرگی تصور کر رہے ہیں۔ اور شریعت کی بنیاد ہلا دینے اور اساطینِ ملّت کو توڑنے میں اپنی فکری صلاحیت صرف کر رہے ہیں۔ اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویهم (گزرے ہوئے لوگوں کے محاسن بیان کرو اور ان کے عیبوں کا اظہار نہ کرو) حدیث میں تو یہ وارد ہے لیکن مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ مرے ہوئے لوگوں کے عیبوں کو بیان کرو اور ان کی خوبیوں کو ظاہر نہ کرو بلکہ نوبت یہ آ چکی ہے کہ بزرگوں کی خوبیوں کو بھی عیبوں کی شکل میں دیکھا جا رہا ہے اور شیعیوں اور خارجیوں کی طرح ہر گروہ دوسرے گروہ کے بزرگوں کی عیب چینی وطعنہ زنی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کر رہا ہے اور نفرت کا اظہار کئے بغیر سکوت کو پسند نہیں کر رہا ہے۔

عوام کی یہ افراط تفریط اور نفسِ بد انجام کا تعصب مسلمانوں میں تفریق کا باعث ہوا اور اسی چیز نے ہر جماعت کو دوسری جماعت کی ایذا رسانی اور دشمنی پر آمادہ کر دیا۔ اگر ذرا غور و فکر کیا جائے تو یہ بات روشن ہو جائے گی کہ اس تمام بے سروپا اور بے بنیاد غلو و مبالغہ اور فساد بے جا کا سبب صرف طلبِ وجاہت، سوءِ ادب، بد دیانتی، ائمۂ اربعہ کی ترکِ تقلید اپنی اپنی بے اصل رائے اور فکر کی اشاعت ہے اور بس۔ (ترجمہ از فصل الخطاب)

حضرت قطبؒ ویلور نے عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں کتابیں لکھی ہیں۔ عربی زبان میں آپ کی تین کتابوں کا سراغ لگا ہے۔ ان میں سے ایک حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی معرکۃ الآراء تصنیف "تحفۂ اثناء عشریہ" کا ترجمہ ہے جو حضرت قطبؒ ویلور نے اپنے قیام حجاز کے زمانہ میں شریف مکہ کی درخواست پر کیا ہے جس کا ثبوت راقم الحروف کو ایک فارسی قلمی بیاض سے فراہم ہوا۔ افسوس ہے کہ یہ ترجمہ کہیں نظر نہیں آرہا ہے۔ مذکورہ بیاض کی عبارت کا ترجمہ درج ذیل ہے:

"۱۔ ترجمہ تحفۂ اثنا عشریہ: سلطانِ روم کو مدت دراز سے یہ خواہش دامن گیر تھی کہ اگر کوئی عالمِ دین شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی کتاب اثناء عشریہ کو فارسی سے عربی میں ترجمہ کرے تو اس کا مطالعہ کیا جائے۔ اس آرزو کی تکمیل کے لیے شریفِ مکہ کو اطلاع بھجوائی کہ ہندوستان سے کوئی عالم عربی اور فارسی پہ عبور رکھنے والا مکہ مکرمہ آئے تو اس کتاب کا عربی میں ترجمہ کرائیں اور مترجم کو کتاب کے ساتھ ہمارے ملک میں بھیج دیں۔ چناں چہ حضرت قطبؒ ویلور مکۃ المکرمہ پہنچے تو شریف مکہ آپ کے قدوم فیض لزوم سے بہت شاداں و فرحاں ہوا۔ اور آپ سے "اثناء عشریہ" کو عربی زبان میں ترجمہ کرنے کی استدعا کی۔ آپ نے قبول فرمایا اور چند دنوں کے اندر اس کارِ عظیم کو مکمل کیا۔ سلطانِ روم کی خواہش کے مطابق شریف مکہ نے آپ کو مملکتِ روم بھیجنا چاہا، لیکن آپ نے روم جانے سے انکار کیا۔ بالآخر یہ ترجمہ ہی روم پہنچایا گیا۔ سلطانِ روم نے ملاحظہ کیا اور بے پایاں مسرور ہوا۔ حضرت قطبؒ ویلور کی عدم تشریف آوری پہ رنجیدہ اور متاسف ہوا۔

صراطِ مستقیم:-

یہ کتاب بھی آپ نے مکۂ مکرمہ کے قیام کے زمانہ میں تصنیف کیا جس میں ایمان کی بحث کو دلائل عقلیہ سے مدلل کیا ہے۔ اس کتاب کا ذکر شاہ عبدالحی بنگلوری کا

نے ان الفاظ میں کیا ہے :

پہلے مکہ میں وہ صراط لکھا   اس میں مجمل بیان ہے ایمان کا
اس بیان کو دلیلِ عقلی سے   ہے مدلل کیا ہے دیکھ اسے

۳۔ رسالۂ الف مقام:

یہ تصنیف فردوسِ حجاز طائف کی یادگار ہے۔ جس میں ایک ... مقامات کی تشریح اور تفصیل بیان کی گئی ہے جو سالک کے لیے ضروری ... ہیں۔ صاحبِ مطلع النور تحریر کرتے ہیں :

اور طائف میں وہ کیا ارقام   یک رسالہ بذکر الف مقام
یعنی سالک کو جو ضروری ہیں کام   کہ یقین طے کرے ہزار مقام
کیا تفصیل اس کی با ایجاز   عربی میں ہے وہ نکو انداز

فارسی تصانیف یہ ہیں :۔

۴۔ فصل الخطاب بین الخطا والصواب:

یہ مایہ ناز قابلِ قدر کتاب فلس کیپ کے ڈیڑھ سو صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اور ہر صفحہ میں ۲۲ سطور ہیں اور حضرت مصنف کی زندگی میں حاجی سید عبدالقادر قادری کے مطبع قادری ویلور سے ۱۸۸۲ء میں زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئی۔

کتابِ ہذا کی تالیف کا سبب خود مصنف کے الفاظ میں ملاحظہ کیجیے:

لاجرم ایں رسالہ فصل الخطاب بین الخطاء والصواب در بیانِ افراط وتفریط مخطیان وتبیانِ طریق مقتصد جماعت سنیان صورت تالیف پذیرفت۔ وجلوۂ ظہور گرفت ... زمان پے بواقع برند وسادہ لوحان ہم صفیر و ہم آواز مخطیان بسبب پشت گرمی ایشان نباشند والیضاً مقصود دریں بیان سدِ لسانِ جو لعدین

صلاحِ مخاطبان امت۔ نہ عیب چینی معیوبان واظہار نام ایشان۔

(فصل الخطاب : ص۳)

یہ کتاب "فصل الخطاب بین الخطاء والصواب" خطا کاروں کی افراط و تفریط اور اہلِ سنت وجماعت کے طریقِ اعتدال کے بیان میں تالیف ہوئی اور معرضِ تحریر میں آئی تاکہ لوگ حق کی پیروی کریں اور سادہ لوح اشخاص ان خطا کاروں کی پیروی اور متابعت پیدا نہ کریں۔ نیز اس کتاب سے بھائیوں کی زبان بندی اور خطا کاروں کی اصلاح پیشِ نظر ہے۔ عیب داروں کی عیب چینی اور ان کے نام کا اظہار مقصود نہیں۔ ولا تلمزوا انفسکم۔

نفسِ کتاب سے متعلق رقمطراز ہیں:

اس کتاب میں ان شبہات کا حل ہے۔ جن میں اکثر کا حل دوسری کتابوں میں نہیں پایا جاتا اور ان میں سے بعض کا تعلق علم باطن سے ہے اور یہ کتاب اہلِ سنت وجماعت کی معتبر و مستند کتابوں کی اسانید و شواہد سے اور خاص طور پر دونوں فریقوں کے مقتداؤں کے اسناد سے مرتب اور مزین ہے تاکہ دونوں جماعتوں پر مطالعہ کرنے والوں کے دلوں پر اثر ہو سکے۔ (ص۳)

اس کتاب کو وہی شخص مطالعہ کرے جو غالی اشخاص کے غلو اور اہلِ سنت وجماعت کے مذہب سے واقفیت رکھتا ہو اور جو شخص ان دونوں (لوگوں کے غلو اور مذہب اہلِ سنت وجماعت) میں سے ایک کو جانتا ہو اور دوسرے کو کما حقہ نہ جانتا ہو تو یہ کتاب اس کے لیے قابلِ مطالعہ نہیں اور اگر لوگوں کے غلو سے پوری طرح واقفیت رکھتا ہو اور اس قدر اہلِ سنت وجماعت کے مذہب سے واقف نہ ہو تو یہ کتاب اس کو نفع پہنچائے گی۔ اور اگر اس کے برعکس لوگوں کے غلو سے مطلق واقف ہی نہیں ہے اور مذہب اہلِ سنت سے پوری طرح واقف ہے تو یہ کتاب اس کو

نفع نہیں پہنچائے گی۔ کیوں کہ اس کتاب کے اندر اصل بحث لوگوں کے غلو اور ناقص افراد کے افراط سے متعلق ہے (ص ۲۴)

فصل الخطاب بیس مقدمات اور چالیس فوائد (ابواب) پر مشتمل ہے۔ حضرت مؤلف نے یہ بیس مقدمات ابتدا میں تمہید یا پیش لفظ کے طور پر سپرد قلم کیا ہے۔ جن کے متعلق خود ہی لکھتے ہیں:

اس کتاب کے ناظرین اور اس مقالہ کے سامعین کو چاہیے کہ مطالعہ کے وقت ان بیس مقدمات کو ذہن میں ملحوظ رکھیں کیوں کہ یہ اوہام کی آلودگیوں کو دور کرنے اور خیالاتِ خام کو دفع کرنے میں کبریتِ احمر کی طرح مفید ہیں ص ۳

بیس مقدمات کے بعد حضرت قطبِ ویلور نے چالیس عنوانات پر مدلل، فاضلانہ و محققانہ بحث کی ہے اور فقہا و صوفیا کی مختلف کتابوں سے دلائل اور براہین پیش کیا ہے۔ جن کے مطالعہ کے بعد کوئی سنجیدہ اور سلیم الطبع شخص انکار نہیں کر سکتا اور ان میں سے اکثر مسائل تصوف ایسے ہیں جن پر حضرات صوفیا کا عملی تجربہ ہو چکا ہے۔ اور خود حضرت مؤلف نے ان کا تجربہ کیا ہے جس کا اظہار بھی انھوں نے اپنی اس کتاب میں کیا ہے: وچوں این فقیر بارہا رِ مشائخ صوفیہ متوجہ شد اثر آن توجہ در خود بعینہ وجہ یافت۔ ص ۱۲۲

اس کتاب کی تاریخ طباعت ان ھذا لقول الفصل وما ھو بالھزل ۱۲۸۵ھ سے نکل رہی ہے یہ راقم الحروف کا کیا ہوا ترجمہ سالنامہ "اللطیف" میں قسط وار شائع ہو رہا ہے۔

۵: جواھر الحقائق

علمی حقائق و دقائق اور عارفانہ اسرار و غوامض سے بھرپور یہ کتاب فلس کیپ سائز کے ۱۸۱ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اور ہر صفحہ میں ۲۱ سطریں ہیں۔

مؤلف نے تسوید سے فراغت کی تاریخ ۱۱ رجب المرجب ۱۲۷۳ھ درج کی ہے۔ یہ کتاب ۱۲۷۴ھ کو مطبع مظہر العجائب مدراس سے طبع ہوئی۔ حضرت مولانا شاہ محمد ولی اللہ قادری علیہ الرحمہ نے اس کتاب کا اردو میں خلاصہ تحریر کیا ہے اور جواہر العرفان کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

حضرت قطب ویلور رح نے اس کتاب میں علم تصوف' اس کے موضوع اور غرض وغایت' مسائل ومبادیات۔ وجود اور اس کے اقسام ومراتب، تنزلات ستہ۔ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کی حقیقت۔ عالم ارواح۔ عالم مثال عالم اجسام، عقل کل، نفس کل، طبیعت کل۔ جوھر ہبا۔ جسم کل، شکل کل، عرش کرسی، فلکِ اطلس، فلک منازل، سبع سموٰت، کرۂ اثیر، کرۂ ہوا، کرۂ آب کرہ ارض، جمادات، نباتات، حیوانات، جن، ملک، انسان، انسان کامل حقیقتِ دنیا اور حقیقتِ آخرت پر دلائل وبراہین کی روشنی میں بہت عمدہ بحث کی ہے۔

حضرت مؤلف نے جن مسائل اور موضوعات کو زیر بحث لایا ہے ان میں اکثر ایسے ہیں جن کا تعلق اہلِ علم اور طبقۂ خواص سے ہے۔ چنانچہ اس کی تصریح بھی انھوں نے کتاب کے دیباچہ میں کردی ہے۔ فرماتے ہیں:

ہر کہ از عقائد حقۂ اہل سنت وجماعت وروئیہ سلف وائمۂ ملت و اصطلاحات صوفیہ وحالات ایں طبقہ علیہ آگہی ندارد از انتفاع ایں رسالہ حرمان بلکہ نقصان وخسران نقد وقت وے بود۔ (ص ۳)

جو شخص اہل سنت وجماعت کے عقائد اور سلف صالحین وائمہ کرام کے طور وطریق اور روبہ سے واقفیت نہ رکھتا ہو اور حضرات صوفیہ کی اصطلاحات اور ان کے حالات سے ناآشنا اور نابلد ہو تو اس کے لیے یہ کتاب سودمند اور نافع نہیں ہے

بلکہ نقصان دہ ہے۔

حضرت قطب ویلوری نے کتاب کے آخر میں تیرہ جدول پر مشتمل ایک مفید اور پُراز معلومات ضمیمہ بھی تحریر کیا ہے جس میں زمین کے کئی نقشے دئیے ہیں اور بتلایا ہے کہ کس علاقہ میں کون حکام ہیں اور ان میں کون مسلمان ہیں اور کون غیر مسلم ہیں۔ گیارہویں جدول میں ہندوستان کے اُن علاقوں کا ذکر کیا ہے جن پر انگریزوں نے دو سو سال میں قبضہ کیا۔ حضرت قطب ویلور کے عہد میں ہندوستان پر انگریزوں کا غلبہ و اقتدار قائم تھا۔ اور آپ نے اس قوم کے حالات اور عادات کا قریب سے مشاہدہ کیا چناں چہ انگریزوں کی دانش مندی اور عالی ہمتی اور ہندوستانیوں کی غیر دانش مندی اور پس ہمتی کا تذکرہ بڑے درد اور فکر کے ساتھ کیا ہے۔

لکھتے ہیں:

دریں جا ترقی و دانش و علو ہمت و اخلاق مردم انگلش با وجود قلت قوم و مسافرت و مغائرت زبان و ملت در تسخیر بلدان دیدنی است و اختلاط و غفلت و دون ہمتی و نا اتفاقی مردم ہند با وجود کثرت و توطن و اتحادِ زبان و ملت تماشا کردنی احکم الحاکمین می فرماید تُؤتِی الْمُلْكَ مَن تَشَاءُ وَتَنزِعُ الْمُلْكَ مِمَّن تَشَاءُ

(ضمیمہ جواہر الحقائق : ص۱۱)

ہمارے ملک ہندوستان میں انگریزوں کی ترقی و دانش مندی، بلند ہمتی، اتحاد و اتفاق عبرت کے قابل ہے۔ یہاں کی زبان سے لاعلمی اور یہاں کے باشندوں سے اجنبیت و مغائرت اور اپنے افراد و اشخاص کی کمی و قلت اور مسافرت کے باوجود شہروں کو مسخر کرنے میں ان کا جذبہ اور عمل دیکھنے کی چیز ہے۔ اور افراد کی کثرت، زبان و ملت کے اتحاد اور اپنے ہی وطن میں

رہنے کے باوجود ہم ہندوستانیوں کی پستی وانحطاط اور ہماری غفلت اور پست ہمتی اور نا اتفاقی بڑی حیران کن بات ہے۔

صاحبِ "مطلع النور" کے افکار میں تاریخ تصنیف ملاحظہ ہو:[۵]

چو سید محی الدین قطب زمانہ	بہا بر روضۂ فیضِ خلائق
بے در حقائق کرد تصنیف	گلِ گلزارِ اسرار دقائق
با حقر سال ختمش بلبلِ دل	چہ خوش گفتا گلِ باغِ حقائق ۱۲۷۳ھ

۶۔ غاية التحقيق

حضرتِ قطبؒ ویلور کی عالمانہ و عارفانہ تصنیف "جواھر الحقائق" شائع ہوئی تو اس میں بیان کردہ حقائق و معارف اور دقائق و غوامض موضوع بحث بن گئے۔ پیارم پیٹ کے ایک صاحب مولانا ٹیپو حسین نے اپنے اشکالات و استفسارات کو حضرت قطبؒ ویلور کی خدمت میں پیش کیا، تو آپ نے "غاية التحقيق" کے نام سے یہ فتویٰ تحریر فرمایا جو ۱۲۸۰ھ کو سید جمال الدین کی نگرانی میں مدراس کے مطبع مظہر العجائب میں طبع ہوا۔ اور وقت کے جلیل القدر مستند علماء اور صوفیاء نے فتویٰ کی صحت اور صواب سے متعلق اظہارِ خیال کیا ہے اور یہ تمام بیانات و تصدیقات علماء و صوفیا کی دستخط اور مہر کے ساتھ شائع ہوئی ہیں۔ جس میں حضرت مولانا سید عبدالقادر حنیف الدین فخر الصوفی کا یہ بیان بھی شامل ہے:

"اجوبہ اسئلہ مندرجہ فتوی ھذا از جانب مجیب مفتی محقق جامع شریعت و طریقت ہادی حقیقت و معرفت، زبدۃ العارفین، قدوۃ الواصلین سیدنا مولانا و استاذنا مولوی حافظ حاجی سید شاہ محی الدین صاحب قبلہ قادری ویلوری مدظلہ العالی، حق و مطابق و موافق مذہب حقہ اہل سنت و جماعت است و سائر صوفیہ صافیہ عالیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

مفتی، محقق، جامع شریعت و طریقت، حاوی حقیقت و معرفت، زبدۃ العارفین، قدوۃ الواصلین سیدنا و مولانا استاذنا مولوی حافظ حاجی سید ہاشمی الدین صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی کی جانب سے اس فتویٰ میں درج کئے ہوئے سوالات کے جوابات صحیح اور درست ہیں۔ اور اہلِ سنت والجماعت اور تمام صوفیۂ کرام کے مسلکِ حق کے موافق اور مطابق ہیں۔

اس فتویٰ میں حضرت قطبؒ ویلور نے درجِ ذیل مسائل اور موضوعات پر فاضلانہ، محققانہ اور معتدلانہ بصیرت افروز بحث کی ہے:

- وحدت الوجود قرآن شریف و سنّت کے مطابق اور اہلِ سنت و جماعت کے عقیدہ کے موافق ہے یا نہیں؟
- علمائے متکلمین کے انکارِ مسئلہ وحدت الوجود کے اسباب۔
- وحدت الوجود دلائل شرعیہ سے ثابت ہونے کی صورت میں اس کے منکر کو کافر یا فاسق قرار دینا ضروری ہے یا نہیں؟
- وحدت الوجود کشف و الہام سے ثابت ہونے کی صورت میں دوسروں کے لیے بھی حجّت ہے یا نہیں؟
- صاحبِ کشف کو اپنا الہام قرآن و حدیث پر پیش کرنا ضروری ہے یا نہیں؟
- کیا تصوّف کے دقیق و غامض مسائل عوام الناس سے پوشیدہ رکھنا لازمی ہے
- کیا مسائل تصوف سمجھنے کے لیے کسی عالمِ متبحر و شیخ کامل سے وابستگی ضروری ہے؟
- کیا صوفیاء کے مسائل ظاہر شریعت کے خلاف ہیں؟
- متقدمین میں کون کون وحدت الوجود کے قائل ہیں؟

- وجودیہ اور شہودیہ کے درمیان واقع شدہ اختلافات ائمۂ اربعہ کے فقہی اختلافات کے مانند ہیں۔؟
- وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے درمیان تطابق اور تطبیق؟
- نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ وان اللہ علی کل شیٔ محیط کی آیت، اور حدیث خلق الانسان علی صورتہ وغیرہ اور کتب اعتقادی کی تاویلات جو صوفیائے کرام کے نزدیک متحقق اور ثابت ہیں؛ وہ صحیح ہیں یا نہیں؟
- انا من نور اللہ وکل شیٔ من نوری اور انا عرب بلا عین وانا احمد بلا میم کی حدیثیں صحیح ہیں یا نہیں؟

یہ معرکۃ الآراء اور دقیع فتویٰ نایاب ہے۔ راقم الحروف کے ترجمہ کے ساتھ سالنامۂ "اللطیف" میں قسط وار مکمل شائع ہو چکا ہے۔ فلیراجعھا۔

۷: جواھر السلوک

حضرت قطب ویلوری کی یہ آخری شاہکار اور مشہور و معروف تصنیف ہے۔ جو چالیس فوائد (الواب) اور چند ضمیموں پر مشتمل ہے۔ ضمیمہ میں سلوک کے ہزار مقامات کو مختصر کرکے ایک سو مقام کی تشریح جدولوں کے ذریعہ کی ہے۔ صوفیا نہ احوال و کوائف کی یہ مفید وجامع تشریح اپنی جگہ خود ایک مستقل تصنیف ہے۔ اور حضرت مولانا سید شاہ محمد قادری کے قلم سے ایک ضمیمہ بھی شامل ہے جس میں انہوں نے حضرت مؤلف کے پدری و مادری سلاسل کو بیان کیا ہے اور اختصار کے ساتھ آپ کے بزرگوں کی علمی اور دینی اور تصنیفی خدمات کا ذکر کیا ہے۔

یہ کتاب فل سکیپ سائز کے ۲۴۳ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اور ہر صفحہ پر ۲۳ سطریں ہیں اور مؤلف کی حیات میں ۱۲۸۱ھ میں مدراس کے مطبع مظہر العجائب سے شائع ہوئی ہے۔

اس کتاب کی تالیف کے محرک نواب امیرالدولہ بہادر ہیں۔ اس امیر کے اشتیاق حصولِ علم کا ذکر کرتے ہوئے ایک منظوم قطعہ بھی تصنیف کیا ہے اور اُن کے حق میں دُعا کی ہے اور اسی میں تالیف کا سال بھی بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

باعثِ تحریرایں رسالہ نواب والا مناقب رفیع القدر والمناصب امیرابن الامیر امیرالدولہ بہادر راست۔ عظم اللہ اجرہٗ ویسرامرہٗ و کی لغسہ وشرح صدرہٗ بحرمت سید البشر المطہر عن زیغ البصر علیہ وآلہ من الصلوٰۃ افضلہا و من التحیات اکملہا۔

سال رقم رسالہ ظاہر ۔۔۔ گردیدہ باسم پاک غافر

کتاب ہٰذا کے مضامین سے متعلق خود حضرت مولف دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

ایں جواہر بیست چند در سلوک معنوی کہ در سلک حروف وکلمات منسلک گردید وفوائدیست بلند در سیر وسفر انسانی کہ از مکمن غیب بجلوہ گاہ شہادت رسید۔۔ ایں رسالہ ہمچو کشکول دریوزہ گراں لبریز نوالہ ہائے گونا گوں است۔ وما نند مرقع درویشاں بہیئتِ اجتماعیہ قطعاتِ بوقلموں۔ (ص۳)

یہ سلوکِ معنوی کی چند موتیاں ہیں جو حروف اور کلمات کی لڑی میں پرودی گئی ہیں۔ اور سیر وسفر انسانی کے وہ بلند فوائد ہیں جو پردۂ غیب سے جلوہ گاہِ شہادت میں لائے گئے ہیں۔ یہ کتاب دریوزہ گروں کے کشکول کی طرح مختلف نوالوں سے بھرپور ہے۔ اور درویشوں کی گدڑی کی مانند مختلف گوناگوں قطعات کی ایک ہیئت مجموعی ہے۔

کتاب درجِ ذیل مباحث وموضوعات پر حاوی ہے:۔

• طبقاتِ مردم اوران کے مختلف درجات۔ • راہ حق کے مسافر حضرات

علماء و حر... • اولیاء اور حکماء۔ • ولایت اور نبوّت کے احکام و خواص۔
• ولایت اور اولیائے کرام۔ • راہِ ولایت اور راہِ نبوت۔ • راہ جذب اور راہ سلوک۔ • اربابِ صلاح و سلوک۔ • ترقیاتِ سالک۔ • نصیحتِ سالک۔ • سلوک کے ضروری مسائل۔ • سلوک سفرِ اول اور طریقِ اکتسابِ ولایت
• عقائدِ تجلیاتِ حق۔ • انواعِ تجلّی افعال و اسماء اور ذات و صفات۔
• روح، قلب اور نفس کا مرتبہ۔ • توحیدِ وجودی اور شبہاتِ سالکین کا دفع
• اوقات کو صلوٰۃ، تلاوت اور اذکار سے معمور رکھنا۔ • کیفیتِ ذکر وغیرہ۔
• مراقبہ • راہ سلوک کے معارضات اور ان کے معالجات۔

حضرت قطب ویلور کے ایک لائق و فائق تلمیذ و مرید مولانا میرزا عبدالقادر علی کے چند عربی شعر ملاحظہ ہو: جن سے مؤلف اور تالیف کا مقام رفیع بخوبی عیاں ہے۔

وحید الدهر مولائی و شیخی — وشیخ العصر قطباً لوقت عال
له التحصیل فی جمیع العلوم — له التکمیل فی کل الکمال
له باع طویل فی المعارف — لارباب الحقائق خیر وال
له هذا الکتاب المستطاب — له هذی الجواهر واللآل
کتاب اعظم ما صنف — فیه نفعاً واختصاراً فی الامال
وفی حل الرموز المعضلات — بدیع النثر کالسحر الحلال
واورد فیه ما احتاجت الیه — من انواع الشواهد والمثال
صراط موصل هذا الی اللّٰه — به مام اختتامه قد تنال

۸۔ مکتوباتِ لطیفی: حضرت قطب ویلورؒ نے اپنے مریدین، خلفاء، تلامذہ، معتقدین متوسلین اور سالکین کے نام وقتاً فوقتاً جو مکاتیب اور فتاوی روانہ فرمایا تھا ان کو حضرت مولانا

سید محمد قادری علیہ الرحمہ نے جمع کیا ہے ۔ اور اس عظیم الشان علمی، ادبی، اصلاحی اور معلوماتی مجموعہ بوقلموں کا نام فاضل مکتوب نگار کے نام مبارک عبداللطیف کی مناسبت سے مکتوبات لطیفی تجویز کیا ہے ۔

صاحب تدوین رقمطراز ہیں:

ھٰذا المکتوبات لطیفة مشتملة علی الفوائد و محتویة علی الغرائب والفرائد الذی حررها استاذی و مرشدی ..... ایں اضعف بندگان صمد سید محمد عفی اللہ عنہ خوفاً للانتشار و نفعاً للعام در صدد جمعیتش افتاد و بمناسبت اسم شریف حضرت آں حضرت معز الیہ مکتوبات لطیفی تسمیہ اش نہاد تا ناظرین ازو بہرہ ور گردند و ایں فقیر را از دعائے خیر محروم نگردانند۔

مکاتیب و فتاوٰی کا یہ ضخیم دفتر تقریباً پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے اور اس کا ایک ہی قلمی نسخہ ہے۔

راقم الحروف کے قلم سے اس کا مفہوم خیز ترجمہ قسط وار رسالہ اللطیف میں شائع ہو رہا ہے۔

مکتوبات میں بیان کردہ مسائل و مباحث کے تفصیلی مطالعہ اور جائزہ کی یہاں گنجائش نہیں ہے ۔ البتہ چند اہم موضوعات کی نشان دہی کی جا سکتی ہے جن کی وضاحت خوش اسلوبی کے ساتھ فاضل مکتوب نگار نے کی ہے۔

• وصیت اور ھبہ اور ان دونوں کے درمیان فرق۔ • زکوٰۃ اور نفقہ میں فرق ۔ • ہندوستان دار الحرب ہے یا نہیں؟ • دار الحرب میں مسلمانوں کی سکونت و رہائش کا مسئلہ۔ • دار الحرب میں سود خواری۔ • کسی مسلم کو کافر کہہ دینے کا مسئلہ۔ • تقلید کا مسئلہ ۔ • ایک ہی امام کی تقلید • ایک حنفی ... صورتوں میں دوسرے امام کی پیروی کر سکتا ہے۔ • اذان

اور اقامت میں اشہد ان محمداً رسول اللہ پر انگوٹھے چومنا۔ • میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اظہار سرور۔ • بیعت اور اس کی اقسام، ارواح مشائخ سے اکتساب فیض۔ • صوفیاء کی اجازت اور اس میں تاثیر۔ • مسبعات عشر

• طریقت میں ارتداد۔ • مسئلہ وحدت الوجود و وحدت الشہود۔

• مرشد قوم میں نبی کی طرح ہے۔ •

اس رنگا رنگ مجموعہ کے بعض مکتوب بہت ہی دلچسپ اور بہت ہی دل نشین ہیں۔ اور بعض میں ادیبانہ رنگ نمایاں ہے اور بعض پند و نصیحت او حکمت و موعظت سے لبریز ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں جن سے فاضل مکتوب نگار کے اور اُن کے خانوادے کے حالات و کوائف کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔

حضرت قطبؒ ویلور کی اردو میں یہ کتابیں ہیں:۔

۹۔ خلاصۃ العلوم:

اس رسالہ میں خود شناسی، خدا شناسی، دنیا شناسی اور آخرت شناسی پر عام فہم انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور یہ ۱۳۰۵ھ میں مطبع احمد قلندر معسکر بنگلور سے شائع ہوچکا ہے۔

۱۰۔ شفاعت بالاذن:

یہ ایک مفصل و مدلل فتویٰ ہے جو حضرت قطبؒ ویلور نے مرواگل کے قاضی سید مخدوم صاحب کے استفتاء پر تحریر کیا ہے۔ اس میں آپ نے قرآن و حدیث اور اہل سنّت و جماعت کے مسلک کی روشنی میں شفاعتِ نبویؐ کا اثبات فرمایا ہے۔ یہ فتویٰ ۱۲۷۲ھ میں کلکتہ سے مطبع مولوی فیض اللہ سے شائع ہوچکا ہے۔

۱۱۔ احیاء السنہ

یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس میں حضرت قدس سرہٗ نے احیاءِ سنّت اور انسدادِ بدعتِ ضلالت پر کتاب وسنّت اور صوفیاء کے اقوال کی روشنی میں بحث کی ہے۔ یہ رسالہ بھی ۱۲۶۹ھ میں شائع ہو چکا ہے۔ لیکن اب نایاب ہے۔

۱۲۔ **احیاء التوحید** یہ رسالہ بھی دستیاب نہیں ہے۔ نام ہی سے موضوع کی نشان دہی ہو رہی ہے۔

۱۳۔ **تنبیہ الجاہلین۔ ۱۴۔ صراط المستقیم۔ ۱۵۔ رسالہ فطرہ۔ ۱۶۔ فتوی آثار شریف** یہ کتابیں بھی آپ کی طرف منسوب ہیں

حاصلِ کلام حضرت قطبؒ ویلور کی تصنیفات میں اس قدر علمی گہرائی وگیرائی، فنون کی کثرت، مواد میں توسّع، عناوین میں تنوع ہے کہ ان کے تمام پہلوؤں اور گوشوں کا احاطہ ایک مستقل کتاب کا متقاضی ہے۔ لہٰذا ہم اسی تعارف پر اکتفا کرتے ہیں۔

ع
ایک سفینہ چاہیے اس بحرِ بیکراں کے لیے

مسلک و مشرب

حضرت قطبؒ ویلور کے مسلک و مشرب کا جائزہ لینے سے قبل خود آپ ہی کے الفاظ میں یہ بات ملاحظہ کیجیے کہ آپ کس مسلک کے پیرو ہیں۔ چناں چہ مولوی سید حسین الملک عرف پاچھا صاحب مفتی بہاری کے نام تحریر کردہ مکتوب میں رقمطراز ہیں۔

"این مسکین از اہلِ سنت والجماعت بود و مذہبِ حنفی دارد"

یہ مسکین اہلِ سنت وجماعت سے ہے اور مذہبِ حنفی پر عامل ہے۔

اور مولوی خیر الدین صاحب مدراس کے نام تحریر کردہ مکتوب میں فرماتے ہیں:۔

"فقیر از افراط وغلو پناہ می جوید و از منکران اولیاء و مکفران ایشاں و اجتہاد مقلدان وطعن بزرگان و ابتداع متبدعان برأت وارد و از حق سبحانہ امیدوار است کہ او را و سائر مسلمانان را بر شریعت غرّا و طریق سنّت و جماعت استقامت کرامت فرماید۔"

فقیر افراط وغلو کی روش سے پناہ طلب کرتا ہے اور اولیاء کرام کا انکار کرنے والوں سے اور ان کو کافر کہنے والوں سے اور مقلدین کے اجتہاد سے اور مبتدع اشخاص کی بدعات وخرافات سے اور بزرگانِ دین پر طعن وتشنیع سے برأت اور بیزاری ظاہر کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے امیدوار ہے کہ وہ اس فقیر کو اور سارے مسلمانوں کو شریعتِ مطہرہ اور اہلِ سنت وجماعت کے مسلک پر استقامت عطا فرمائے گا۔

سنّت وجماعت کا مسلک عہدِ مرتضوی میں ظہور پذیر ہوا اور اس کے متبعین و پیروکار اہل سنت وجماعت کے نام سے معروف ہوئے اور تاریخ نے ہر دور میں مسلمانوں کا گروہ کثیر اور سوادِ اعظم اسی مسلک سے وابستہ رہا اور آج بھی ہے۔ اس فرقہ نے اپنے اعتقاد اور عمل کی راہ کتاب وسنّت اور حضرات صحابہ کرامؓ کے طور وطریق سے متعین اور مربوط کی اور اس کے مبنی برحق ہونے کی شہادت بھی زبانِ نبوت سے صادر شدہ ان کلمات کے اندر موجود ہے۔

"تفترق امتی علی ثلث وسبعین ملّۃ کلھم فی النار الاملۃ واحدۃ قالو من ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی" (ترمذی)

میری امت بھی تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ایک کے علاوہ سب گمراہی پر ہوں گے۔ صحابہ کرامؓ نے دریافت فرمایا: وہ کون سا فرقہ ہوگا۔ ارشاد فرمایا: جو میرے اور میرے صحابہؓ کے طریقہ پر گامزن ہو۔

سنّت وجماعت کے فرقے میں چار مجتہد مستقل سے چار مسلک حنفی،

مالکی، شافعی اور حنبلی رائج ہوئے۔ اور علمائے امت نے ان چار مسلکوں میں سے کسی ایک مسلک کی تقلید کو ضروری اور لازمی ٹھہرایا۔ اور چاروں سے ہٹ جانے والے کو گمراہ اور گمراہ کن قرار دیا اور تاریخ کے ہر دور میں مسلمان انہی مسالکِ اربعہ سے وابستہ رہے۔ چنانچہ حضرت قطب ویلوری نے اپنی کتاب "فصل الخطاب فی اشارۃ بالسبابہ (تشہد میں شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا) کی بحث کے تحت سید محمد برزنجی مدنی شافعی علیہ الرحمہ کی کتاب "الصّارم الہاشم" کے حوالے سے ایک اقتباس نقل کیا ہے جس سے یہ حقیقت بخوبی عیاں ہو رہی ہے کہ کن کن ملکوں، شہروں اور علاقوں کے مسلمان کس کس مسلک کے مقلد ہیں۔

امت کی ایک بڑی جماعت تشہد میں انگلی کے اشارے کو مستحب سمجھتی ہے اور یہ کوئی مختصر جماعت نہیں بلکہ حرمین شریفین، حبشہ، یمن، شام، مصر، بیت المقدس، بصرہ، حلب، کردستان کے باشندے، بلادِ عجم، داغستان کے مسلمان نیز جزائر جاوا، ملیبار، اور ہندوستان کے ساحلی علاقے اور کوکنان، نظام شاہی، عادل شاہی اور زیر باد کے رہنے والے سب مسلمان شافعی المذہب ہیں۔

اور مغرب کی پوری آبادی، سوڈان کا اکثر حصہ، صعید، احسا کے شہر بصرہ، اور احسار کے درمیان کے جنگلات میں بسنے والے اور بہت سے قبائل مالکی المذہب ہیں۔

اور اہل نجد، بیت المقدس اور ملکِ شام کے بہت سے قریوں کی آبادی حنبلی المذہب ہے

اور روم اور ہندوستان کے اکثر شہروں کی آبادی حنفی المذہب ہے اور ان کی اکثریت تشہد میں اپنی انگشتِ شہادت سے اشارہ کرتی ہے۔

مسالکِ اربعہ کی حقانیت و صداقت کی اس سے بڑھ کر دلیل اور

کیا ہو سکتی ہے کہ ملّتِ اسلامیہ کی نہ صرف عوام بلکہ اس کے اہلِ علم اور خواص بھی ان ہی مسالک کے مقلد رہے ہیں۔ چناں چہ حضرت قطبؒ ویلور اپنے مکتوبات میں تقلیدِ شخصی کی بحث میں رقم طراز ہیں۔

مولانا سید احمد مجاہدؒ، مولانا شاہ عبدالعزیز محدثؒ دہلوی، مولانا شاہ ولی اللہ محدثؒ دہلوی، مولانا شیخ عبدالرحیمؒ دہلوی، مولانا سید عبداللہؒ، مولانا شیخ آدم بنوریؒ امام ربّانی مجدد الفؒ ثانی اور سید احمدؒ مجاہد کے مشائخ کرام بھی حنفی رہے ہیں۔ اور ان کے علاوہ تمام سلاسل طریقت کے ائمہ اور بزرگان، مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مسلک کے مقلد رہے ہیں۔ اور خود غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانیؒ حنبلی مسلک کے پیروکار رہے کہ حضرت شبلیؒ اور حضرت جنیدیؒ حنفی مسلک پر عمل پیرا رہے۔ اور امام محاسبی علیہ الرحمۃ شافعی مسلک کے پیروکار رہے اور امام ابو یوسف، امام حسن ابنِ زیادؒ اور امام زفرؒ اجتہاد کی صلاحیت رکھنے کے باوجود حنفی مذہب کے عامل رہے اور امام مزنیؒ اور امام بویطیؒ درجۂ اجتہاد پر فائز ہونے کے باوجود شافعی مسلک کے مقلد رہے ہیں۔

حاصلِ کلام اہلِ سنّت و جماعت کے یہ چاروں مذاہب و مسالک خانۂ دینِ متین کے چار راستے اور دروازے ہیں اور ان کے مابین واقع شدہ اختلافات اہلِ سنّت اور تہتر فرقوں کے اختلافات کے مانند نہیں ہیں بلکہ حق ان چاروں مذاہب و مسالک میں دائر ہے اور جو شخص جس راستے اور دروازے سے بھی چلا جائے گا وہ دین میں داخل ہو جائے گا۔ حضرت قطبؒ ویلور کے عہد میں اس فکر کی شمع ٹمٹمانے لگی اور بعض مسائل میں خود اہلِ سنّت کے فرقوں کے درمیان سخت اختلافات رونما ہونے لگے اور جہالت کی تاریکی پھیلنے لگی اور سنّی عوام افراط و تفریط اور غلو کا شکار ہونے لگی تو حضرت قطبؒ ویلور نے اپنی نوکِ قلم کو جنبش دی۔ چناں چہ جناب

عمر خان کتوال پلیٹن ہفتم کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"سعادت آثار!

دریں ایام جہالتِ انتظام افراط و تفریط بسیار است بفقر دریں باب کتابے مسمّٰی بفصل الخطاب فی فرق بین الخطاء والصواب فی الحال بقلم آوردہ است وعنقریب مطبوع می گردد"

آج کل لوگوں کے اندر افراط و تفریط بہت ہے لہٰذا فقیر اس باب میں فصل الخطاب تحریر کیا ہے جو عنقریب شائع ہو جائے گی۔

اس طرح آپ کی ذاتِ گرامی سے جنوب میں ایک معتدل مسلک کی بنیاد پڑی جس میں اہل سنّت وجماعت کے مسلک کی صحیح ترجمانی موجود ہے۔ ذیل میں ہم اختصار کے ساتھ آپ کی تصنیفات، فتاویٰ اور مکتوبات کی روشنی میں مسلک و مشرب کا ایک جائزہ پیش کر رہے ہیں۔

حضرت قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں:-

- ادلۂ شرعیہ چار ہیں قرآن حدیث اجماع اور قیاسِ مجتہد ان چار دلائل سے ہٹ کر کوئی دلیل احکامِ شرعیہ کو ثابت کرنے والی نہیں۔
- ایک عامی شخص کو ائمۂ اربعہ (امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ امام شافعیؒ، امام احمدؒ) میں سے کسی ایک امام کی تقلید کے بغیر کوئی چارہ نہیں اور اسے اس بات کا اختیار ہے کہ وہ مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کو اختیار کرے اور مقلد کو یہ حق نہیں کہ وہ بغیر کسی وجہ کے اپنے امام و مقتداء کے مسلک کے خلاف عمل کرے اور قرآن وحدیث سے احکام کا استنباط و استخراج کرے اور ان پر عمل پیرا ہو جائے امام کا مسلک ہی اس کے لیے حجت و دلیل ہے۔ اور اسے یہ حق بھی نہیں کہ وہ بعض فقہاء کرام کے مذہب و مسلک کو بعض دوسرے فقہاء کے مذہب پر ترجیح دے اور اسی طرح

طریقہائے تصوف میں بھی مرید کو یہ حق نہیں ہے کہ بعض بزرگوں کے طریقوں کو بعض دوسرے بزرگوں کے طریقوں پر ترجیح دے۔

• [illegible] حق ہے۔ اجتہادات، خطا و صواب کے درمیان نہیں بلکہ سراسر مفید یقین ہیں جس کی وجہ سے ان کے مطابق عمل اور اعتقاد واجب ہے اور وہ احکام جو زمانہ وحی کے بعد مجتہدین کے اجتہادات سے حاصل کئے گئے ہیں وہ المجتہد یخطی و یصیب کے حکم کے تحت خطا اور صواب کے درمیان ہیں۔ لہذا موجب ظن ہیں۔ موجب اعتقاد نہیں۔ اس کی وجہ سے ان کے مطابق عمل مفید ہے اور مجتہد کا حکم حقیقت میں کتاب و سنّت کا حکم ہے لیکن اس سبب سے ہے کہ یہ حکم کتاب و سنّت میں پوشیدہ ہے اور صراحت کے ساتھ مذکور نہیں۔ اس حکم کے دریافت کرنے کے راستہ میں مقصد تک پہنچنے میں کبھی خطا ہوتی ہے اگر اس سے خطا بھی ہو جائے تو اس کو ایک اجر ہے۔ اور اس مجتہد کی تقلید اگرچہ کہ خطا ہو نجات کا باعث ہے۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ان اخطأت فلک حسنة۔ اجتہاد میں اگر تم سے خطا بھی ہو جائے تو ایک نیکی اور ایک اجر ہے۔

• جمہور علماء و فقہا کے نزدیک حق مذاہب اربعہ میں دائر ہے لہذا یہ چاروں مذہب مبنی بر حق ہیں۔ اہل سنّت و جماعت کے اختلافات خواہ وہ ظاہری شریعت کے مسائل ہوں یا باطن شریعت کے مسائل ہیں، وہ اہل اسلام اور اہل کتاب کے اختلافات کے مانند، یا سنّی و رافضی یا سنّی و خارجی کے اختلافات کے مانند نہیں ہیں کہ جانبین سے ایک دوسرے کو کافر اور گمراہ قرار دیں بلکہ حق ائمہ اربعہ کے مختلف اقوال میں دائر ہے۔ اور اگر کسی ایک امام کی دلیل راجح ہو تو دوسرے امام کے مسلک کو غلط تصور نہیں کرنا چاہیے۔

• قرآن و حدیث سے احکام و مسائل استنباط و استخراج کرنے

کے لیے اجتہاد کی صلاحیت ہونا ضروری ہے اور مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ اس کے اندر یہ ساری چیزیں جمع ہوں۔

کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم، علمائے سلف کے اقوال کا علم کہ کس بات میں ان سب نے اجماع کیا ہے، کس بات میں اختلاف کیا ہے۔ لغت کا علم، قیاس کا علم، کسی حکم کو قرآن و حدیث سے قیاس کر کے نکالنے کے لیے ضروری ہے کہ علومِ قرآن میں سے ان باتوں کا علم ہو۔ ناسخ، منسوخ، مجمل، مفسر، خاص، عام، محکم، متشابہ، کراہت، تحریم، اباحت، ندب، وجوب وغیرہ۔ اور جس طرح قرآن کریم میں مذکورہ امور کی معرفت لازمی ہے اسی طرح حدیث میں بھی ان چیزوں کا جاننا لازمی ہے۔ صحیح، ضعیف، مسند، مرسل اور قرآن و حدیث کے حکم کو تطبیق دینا اور ان آیات و احادیث کا جاننا جن میں شرعی احکام وارد ہیں۔ اور اسی طرح اُس قدر علمِ لغت کا جاننا واجب ہے جس قدر لغتیں ان آیات اور احادیث میں آئی ہیں جن میں شرعی احکام آئے ہیں۔

اور لغت میں اس قدر دخل ہونا ضروری ہے جس سے کلامِ عرب کے مطلب کو دریافت کر سکیں اور مقاصد اور احوال کا اختلاف سمجھ سکیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عربی زبان میں حکم فرمایا لہذا جو کوئی عربی سے ناواقف رہے گا وہ شریعت کے احکام سے بھی ناواقف رہے گا۔

اور اس بات کا جاننا اور واقف ہونا بھی ضروری ہے کہ صحابۂ کرامؓ اور حضرات تابعین کے اقوال جو احکام شرع میں وارد ہیں اور فقہائے امت کے اقوالِ معتبرہ سے جو فتاویٰ صادر ہوئے ہیں، تاکہ اس شخص کا حکم ان لوگوں کے قول کے مخالف نہ ہو۔ ان کے اقوال کی مخالفت کرنا گویا اجماع کی خلاف ورزی ہے

اور جب کسی شخص میں مذکورہ تمام باتوں کا علم جمع ہو اور وہ شخص

خواہشِ نفسانی اور بدعات سے کنارہ کش ہو اور صاحبِ تقویٰ ہو اور کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرنے والا ہو اور صغیرہ گناہوں پر استادگی کرنے والا نہ ہو تو ایسا شخص اجتہاد کرسکتا ہے اور جس کے اندر یہ ساری باتیں جمع نہیں ہیں تو اس کو ائمۂ اربعہ میں سے کسی امام کی تقلید کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

اس واقعہ سے عبرت لینی چاہیے کہ حکماء مشائین کے اکابر ابونصر فارابی اور شیخ بوعلی سینا نے ائمہ اربعہ کی تقلید چھوڑ دی تو گمراہی و ضلالت کی وادی میں بھٹک گئے۔ ائمہ کی تقلید ترک کردینے سے جب ان حکماء اور عقلا کی یہ حالت ہوئی تو دوسرے عامیوں کی حالت کیا ہوسکتی ہے اور اسی سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اگر ہر کس و ناکس کتاب اللہ اور سنّت رسولؐ سے احکام اخذ کرنا شروع کردے تو ہزاروں باطل مذاہب پیدا ہوجائیں گے۔

● اجتہاد علمائے فقہ کے ساتھ ہی مخصوص نہیں، حضرات صوفیہ بھی اجتہاد میں فقہا کے ساتھ شریک ہیں۔ چناں چہ اس طائفہ کے بھی خاص طریقے، آداب، اصطلاحات اور مستحسنات ہیں۔ مثلاً خانقاہوں کی تعمیر، الباسِ خرقہ، اجرائے مقراض، کیفیات ذکر خلوت گزینی، اور اجتماع سماع وغیرہ اور علماءِ فقہ کی طرح ان امور کے اندر حضرات صوفیہ کے بھی اجتہادات اور استنباطات ہیں۔ اور یہ بھی ابوابِ علم کی ایک قسم ہے جس میں اجتہاد کی صحت اور اس کے شرائط اور سنت و بدعت کی تحقیق سے بحث ہوتی ہے۔ چناں چہ اس مقام پر صوفی اور فقیہ دونوں برابر ہیں۔ اور ان دونوں سے اپنے اپنے اصل کے وجود اور دلیل کی صحت کا مطالبہ ہوتا ہے۔

● مختلف سلاسل کے اولیاء اور صوفیا نے فنِ باطنِ شریعت میں امامت کا درجہ حاصل کیا ہے اور اصلاحِ قلوب کے قواعد میں جو کہ دینِ متین کا خلاصہ ہیں۔ اجتہاد کی قوت حاصل کی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا الہام حجتِ قطعی ہے۔

و اولیائے کرام کا الہام اختلافی اور غیر قطعی ہے۔ اور احکام شریعت، ادلہ اربعہ سے مربوط ہیں جن میں الہام کی کوئی گنجائش نہیں، لیکن احکام شرعیہ کے علاوہ کچھ امور دینی بہت ہیں، جن میں اصل خاص الہام ہے مقامات، حالات، واردات اور اخبار غیبیہ جو اولیائے کرام اور وارثینِ انبیائے کرام کی خصوصیات ہیں۔ الہام سے مربوط ہیں۔

- اسرار و معارف اور حقائق و دقائق جاننے اور سمجھنے کے لیے ایک مرشد کامل اور شیخ مربّی کی ضرورت ہے جس کے بغیر یہ نعمت حاصل نہیں ہو سکتی۔ ظاہر ہے کہ دنیا میں کوئی بھی علم اور فن استاذ کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا تو علم باطن کیوں کر مرشدِ روحانی اور شیخ مربی کے بغیر حاصل ہو سکتا ہے۔

- صوفیائے کرام کے علوم و معارف کا انکار کرنے والا اور اولیائے کرام پر طعن و تشنیع کرنے والا شخص اپنے آخری وقت میں سوءِ خاتمہ سے دوچار ہونے کا اندیشہ ہے۔ اور ان بزرگوں کے ساتھ بغض و عداوت اور عناد و دشمنی رکھنا وبال و نکبت کی علامت اور نفاق و بدبختی کی نشانی ہے۔ بقول عارفے

جس کسی کو بھی اس طائفہ کے علم کا کچھ حصہ بھی حاصل نہیں ہے تو اس کے سوءِ خاتمہ کا خوف ہے۔ اور اس علم کا ادنیٰ حصہ یہ ہے کہ اس کی تصدیق کی جائے اور اس کے اصحاب کو تسلیم کیا جائے۔ اور یہ حقیقت بالکل اسی طرح ہے کہ اگر کوئی شخص علمِ شریعت حاصل نہ کرے تو اس کے گمراہ ہو جانے کا خوف ہے۔

- مشائخ صوفیہ سے جو کچھ منقول اور منسوب ہے اگر وہ شریعت مطہرہ کے خلاف معلوم ہو تو اس کے لیے تاویلات اور احتمالات ہیں اور اگر کوئی موافق تاویل نہ پائی گئی تو یہ سمجھا جائے کہ اہلِ باطن کے نزدیک شاید کوئی تاویل ہو گی۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس قسم کے اقوال کا صدور صوفیاء سے جذب و سکر اور محو کی حالت میں ہوا ہو گا اور جذب و سکر کی بے خبری مباح، غیر ماخوذ ہے۔ کیوں کہ آدمی اس حالت میں غیر مکلف

ہے۔ اور لایقتدی بھم ولا ینکر علیھم کے حکم کے مطابق ان کی اقتدار اور ان کے انکار سے بچنا چاہیے۔ ان محامل کے بعد بھی اگر کوئی شخص صالحین کے ساتھ بدگمانی قائم رکھے تو اس چیز کو عدم توفیق کا نتیجہ سمجھنا چاہیے۔

- شریعت کے باطنی مسائل، ظاہری شریعت سے اختلاف نہیں رکھتے۔ کیوں کہ اہلِ باطن ظاہری معنوں کو قبول کر لینے کے ساتھ ساتھ دوسرے معنی بھی رکھتے ہیں۔ جن کی تردید ظاہری شریعت نہیں کرتی اور ان معانی کا انکشاف صحیح سلوک و تربیت اور جذبۂ معرفتِ الٰہی پر موقوف ہے البتہ ان معانی کے سمجھنے سے اہلِ ظاہر کی عقلیں قاصر ہیں۔

- اسرار و حقائق کے دقیق معانی عوام الناس سے پوشیدہ رکھنا ضروری ہے تاکہ یہ چیزیں انھیں تشکیک و انکار اور علماء و صوفیاء کی تکفیر و تذلیل تک نہ پہنچا دیں۔ چناں چہ کلموا الناس علی قدر عقولھم اور دعوا مما ینکرون کی حدیثیں اسی حقیقت کی نشان دہی کر رہی ہیں۔ اور اہلِ باطن کا یہ فرمان کہ اسرارِ ربوبیت کا افشا کفر ہے۔ اس خیال کے مدنظر ہے کہ عوام کی فہم کی رسائی ان معانی اور حقائق اور دقائق تک نہیں ہو گی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت دی ہے کہ جس کسی نے لوگوں کے سامنے ایسی نئی اور نامانوس بات کہہ دی جسے ان کی عقل و فہم اخذ نہ کر سکی تو یہ صورتِ حال فتنہ و انتشار کا باعث ہو گی اور یہی چیز اولیائے کرام کے انکار اور بالخصوص ان کی تکفیر کا باعث ہو گی۔

- وجودیہ، شہودیہ اور متکلمین یہ تینوں اہل سنت و جماعت کے گروہ ہیں۔ اور حلول و اتحاد کو کفر سمجھتے ہیں اور فرقۂ حلولیہ و اتحادیہ کی تکفیر کرتے ہیں اور اہل سنت کے اختلاف چاہے وہ ظاہر شریعت کے مسائل کے اندر ہوں یا باطن شریعت کے مسائل میں ہوں۔ سنی و رافضی یا سنی و خارجی کے اختلاف کے

مانند نہیں ہے کہ ایک دوسرے کی تضلیل و تکفیر کی جائے بلکہ حق ان مختلف اقوال میں منحصر ہے۔ جس طرح ہم مذاہبِ اربعہ میں حق کو دائر سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مذہبِ حنفیہ درست ہے لیکن خطا کا احتمال ہے اور مذہبِ شافعی و مالکی اور ان کے علاوہ دوسرے مذاہب خطا ہیں لیکن درست ہونے کا احتمال رکھتے ہیں، بالکل یہی حال مذہبِ توحیدِ وجودی اور مذہبِ توحیدِ شہودی کا ہے۔ اگر ان میں سے ایک دلیل کی وجہ سے راجح ہے تو دوسرے کو گمراہی وضلالت نہیں سمجھنا چاہیئے۔ توحیدِ وجودی اور توحیدِ شہودی کے فرق کی وجہ سے امت کے درمیان جو اختلاف رونما ہوا وہ سُنّی و رافضی یا سُنّی و خارجی کے اختلاف کے مانند نہیں بلکہ یہ اختلاف مذاہبِ اربعہ کے اختلاف کے مانند ہے۔ (غایۃ التحقیق)

- ایک دوسرے کو کافر کہنے سے اجتناب اور پرہیز کرنا چاہیئے اور ہر ایک مسلمان کو اپنے اپنے ایمان کی تباہی و بربادی سے خوف کھانا چاہیئے۔ کیوں کہ جو شخص کسی دوسرے شخص کو کافر کہے اگر وہ واقع اور نفس الامر میں کافر نہ ہو تو کہنے والا ہی کافر ہو جاتا ہے۔

- اہلِ قبلہ کو کافر نہیں کہنا چاہیئے۔ مؤمنین میں نجات پانے والا فرقہ صرف اہلِ سنت وجماعت ہے۔ اور باقی سارے فرقے اپنی بداعتقادی اور بدعملی کے باعث جہنم میں داخل کیئے جائیں گے۔ لیکن کوئی فرقہ دائمی طور پر دوزخ میں نہیں رہے گا۔ اور اہلِ سنّت وجماعت کو کسی نامشروع فعل کے ارتکاب کی وجہ سے بدعتی و مبتدع نہیں کہنا چاہیئے۔ کیوں کہ ان الفاظ کا اطلاق بہتّر فرقوں پر ہوتا ہے جو صراحتًا بدعت ضلالت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

- قرآن مجید کے معانی کی وضاحت تفسیر سے ہو گی یا تاویل سے تفسیر یہ ہے کہ یقین کریں کہ اس کے یہی معنی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مراد یہی ہے اور ایسا کہنا بجز شارع علیہ السلام سے بروایت صحیح سننے اور نقل کرنے کے جائز نہیں۔ اور تاویل کا مفہوم

یہ ہے کہ آیت کے امکانی اور احتمالی معانی کو بیان کریں اور بلا جزم و یقین کہیں کہ اس کی مراد یہ ہو سکتی ہے۔ اس طرح کہنا دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔ ایک قانونِ شریعت کی موافقت اور دوسری شرط قوانینِ عربیہ کی مطابقت۔ لہٰذا تفسیر ایک چیز ہے اور تاویل دوسری چیز اور تاویل سے تفسیر کی نفی لازم نہیں آتی بلکہ تاویل کرنے والا تفسیر کے اقرار و اثبات کے ساتھ قرآن و حدیث کے اسرار بطریقِ اشارہ استخراج کرتا ہے۔

● بدعت کے معنی اور مفہوم میں اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ بدعتِ ضلالت، بدعتِ حسنہ۔ لہٰذا اللہ اور اس کے رسولؐ نے جو حکم دیا ہے اس کے خلاف جو بدعت ہوگی وہ مقامِ مذمت میں ہے اور جس چیز کی طرف اللہ اور اس کے رسولؐ نے دعوت دی اور اس کی ترغیب دلائی۔ اس عموم میں جو بھی داخل ہے وہ مدح کے مقام میں ہے۔ اور کل بدعۃ ضلالۃ (ہر بدعت ضلالت ہے) کی حدیث عام ہے۔ جس سے بعض مستثنیٰ ہیں۔ اور ان عمومات میں استثناء دلیلِ شرعیہ یا عقلیہ کے ذریعہ ہے جو شریعت میں مشہور ہے۔ لہٰذا حدیثِ مذکورہ کا معنی یہ ہوگا کہ ہر وہ بدعت جو سیئہ ہے وہ ضلالت ہے۔ اور اس میں استثناء کرنے والی احادیث یہ ہیں۔

۱۔ من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ الخ جو شخص اسلام میں کوئی اچھا اور مفید طریقہ جاری کرے گا اس کو اس کا ثواب پہنچے گا۔ اور ان لوگوں کا ثواب بھی جو اس پر عمل کریں گے۔ بغیر اس کے کہ ان کے ثواب میں کوئی کمی ہو۔ اور جو شخص اسلام میں کوئی برا اور مضر طریقہ جاری کرے گا اس پر اس کا گناہ ہوگا اور ان لوگوں کا گناہ بھی جو اس پر عمل کریں گے۔ بغیر اس کے کہ ان کے عذاب میں کوئی کمی ہو۔

۲۔ من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد: جو شخص ہمارے دین میں کوئی ایسی نئی بات پیدا کرے جو دین سے نہیں ہے وہ مردود اور قابلِ ترک ہے۔

۳- من ابتدع بدعة الخ : جس کسی نے بھی بدعت ضلالت جاری کی اللہ اور رسول اس شخص سے ناراض اور ناخوش ہوں گے ۔

پہلی حدیث میں امر مستحدث (نئی پیدا کردہ چیز) کو احسن قرار دیا گیا ہے اور دوسری حدیث میں بدعت کا مردود ہونا یا پسندیدہ ہونا "مالیس منہ" کی قید سے مقید ہے اور تیسری حدیث میں بدعت کی اضافت ، ضلالت کی طرف کی گئی ہے ۔ لہذا وہی بدعت مردود ہوگی جو ضلالت و گمراہی کا ذریعہ بن رہی ہو ۔ نہ کہ نفس بدعت اور ہر کوئی نیا عمل ۔

اور بدعت کسی ایک زمانے اور دور کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ وہ قیامت تک غیر محدود ہے ۔ ادنی بدعت سیئہ مکروہ ہے اور اعلیٰ بدعت سیئہ کفر ہے ۔

● خطبہ میں حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا ذکر اگرچہ کہ خطبہ کے شرائط میں سے نہیں ہے لیکن یہ اہل سنت وجماعت کا شعار اور دستور ہے ۔ کیوں کہ خارجی لوگ حضرات ختنین (حضرت عثمان و حضرت علی) سے محبت والفت اور ان کے ساتھ حسن عقیدت نہیں رکھتے تھے اور شیعی لوگ حضرات شیخین (حضرت ابوبکر و حضرت عمر) کی افضلیت و برتری کے قائل نہیں ہیں ۔ اسی وجہ سے اہل سنت وجماعت نے خطبہ میں خلفائے راشدین کے ذکر کو اپنا دستور قرار دیا تاکہ ان گمراہ فرقوں خوارج اور شیعیوں سے امتیاز حاصل ہو سکے اور رحمت الٰہی کے نزول کا سبب بن سکے ۔ کیوں کہ حدیث شریف میں وارد ہے : عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ : اللہ والوں کو یاد کرنے سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے ۔

● خطبہ میں عصا یا اس کے سوا کسی لکڑی سے سہارا لینا مسنون ہے اور یہ بات احادیث سے ثابت ہے ۔

• تسبیحات، اوراد اور وظائف کے پڑھنے میں صحیح گنتی کا حساب لگانے کے لیے تسبیح کا استعمال جائز ہے۔ہاں اگر اس کی وجہ سے نام ونمود اور اظہارِ تقدس مقصود ہو تو البتہ یہ صورت ناجائز ہے۔

• تثویب کا دوسرا نام تکویرِ دعا ہے۔ یعنی نماز کے لیے اذان کے بعد پھر دوسری مرتبہ بلانا۔ اعلان کا یہ طریقہ حضرات صحابۂ کرامؓ کے دور میں فجر کی نماز کے سوا دوسری نماز کے لیے مقرر نہ تھا۔ کیوں کہ فجر کے وقت میں نیند اور سستی کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے۔ مگر متاخرین حضرات مثلاً تابعین اور تبع تابعین وغیرہم نے نمازِ مغرب کے سوا دیگر نمازوں کے لیے بھی تثویب (دوبارہ بلانا) کو مستحسن جانا لہٰذا تثویب ایک امر معروف ہے اور یہ امر معروف بھی فقہائے کرام کے مستحسنات میں سے ہے۔

• جب تک بندہ عاقل اور بالغ ہے وہ دائرۂ تکلیف سے خارج نہیں ہو سکتا اور وہ ایمان و محبت، قرب و تقویٰ کے بلند درجات اور اعلیٰ مراتب پر بھی کیوں نہ پہنچ جائے اس سے شریعت کے احکام ساقط نہیں ہو سکتے۔ حضرات انبیائے کرام اور بالخصوص حبیب خدا حضور پُرنور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو ایمان اور محبتِ الٰہی میں سارے انسانوں میں کامل ترین اور مکمل ترین ہیں آپ سے بھی تکالیفِ شرعیہ ساقط نہیں ہوئے۔ اس باب میں یہ بات پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ تکالیف شرعیہ میں اصل اور بنیادی چیز عقل ہے۔ لہٰذا وہ شخص جس کی عقل سلب ہو چکی ہے وہ مکلف نہیں ہے۔ اور ولی بھی جب ولایت کے مقام پر اور فنافی اللہ کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے وہ دو حالتوں سے خالی نہیں۔

ایک حالت یہ کہ وہ پوری طرح مسلوب العقل ہو جاتا ہے اور سکر و بےخودی میں رہتا ہے۔ اس کو مجذوب کہتے ہیں۔ اور دوسری حالت یہ ہے کہ وہ فنا کے بعد

بقائے حق کے ساتھ باقی ہو جاتا ہے۔ اور توحید کے استغراق و سکر سے ناقص افراد کی تکمیل کے واسطے فنا کے بعد بھی بقاء کی منزل پر ہوتا ہے۔ اس کو کامل مکمل کہتے ہیں۔

حاصل کلام ولی جب تک سکر و استغراق کی کیفیت میں ڈوبا رہے وہ مسلوب العقل ہوگا اور یہ وہ صورت حال ہے جس میں نہ اس کی نہ تقلید درست ہے اور نہ اس پہ طعن و تشنیع اور تنکیر۔

• زندوں کے صدقات و خیرات اور ان کی دعاؤں اور ان کی تلاوت قرآن میں مردوں کے لیے اجر و ثواب ہے۔ اور صحیح احادیث میں مردوں کے لیے صدقہ اور دعا کرنے کا حکم موجود ہے۔ اور اس پر سلف کا عمل تو ارث اختیار کر گیا ہے۔ لہذا یہ بات درست اور جائز ہے کہ ایک شخص اپنے عمل کا ثواب کسی دوسرے شخص کو پہنچا دے۔ جیسے نماز، روزہ، صدقہ وغیرہ۔

صدقات میں تعینات (جائز امر جو موافق شرع شریف کے ہو) مشروعہ بھی ہیں اور غیر مشروعہ بھی ہیں۔ مستحب یہ ہے کہ کسی شخص کے انتقال کے بعد سات روز تک اس کی جانب سے صدقہ و خیرات کیا جائے اور صدقہ و خیرات کرنے سے میت کو اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے۔ میت پر ایصال ثواب کے لیے دن کی تخصیص (رسوم دہم، چہلم، سالانہ) کے ساتھ کھانا تیار کرنا مکروہ ہے۔ اور کھانا صدقہ دینا اور اس کا ثواب میت کو پہنچانا جائز ہے۔ اور یہ کسی مخصوص دن پر موقوف نہیں۔ اگر یوم کی تخصیص دعا و خیرات کرنے کے لیے وقت کی یاد دہانی کی خاطر ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن اسی روز کو لازم کر لینا درست نہیں۔

ہندوستان میں بعض مشائخ اور اولیاء اللہ کی وفات کے دن عرس کی تقریب کے انعقاد کی صحت سے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنے مرشد طریقت امام عبدالوہاب متقی مکی سے دریافت کیا تو فرمایا:

یہ چیز مشائخ کرام کی عادات اور طریقوں سے تعلق رکھتی ہے۔ اور اس میں اس کی نیتیں اصل ہیں۔ مزید دریافت کیا گیا کہ وفات کے دن کی تخصیص کیوں کر جائز ہو سکتی ہے؟ اس پہ فرمایا:

ضیافت تو مطلق مسنون ہے لہذا دن کی تخصیص سے قطع نظر کیجئے اس کی ایک دوسری مثال بھی موجود ہے جیسے بعض مشائخ کرام کا نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا۔ مصافحہ تو مطلق سنّت ہے اور تخصیص کی وجہ سے بدعت ہے۔

بقول بعض مشائخ سارے ایام میں رحلت کے دن خیرات وبرکات اور نورانیت کی زیادہ امید ہے۔ یہ چیزیں سلف کے زمانے میں نہیں تھیں۔ یہ تو متاخرین کے مستحسنات ہیں۔

● قبر پہ عمارت تعمیر کرنے سے متعلق جائز اور ناجائز ہونے کے بارے میں فقہائے کرام کے درمیان اختلاف ہے۔ اور مختار مسلک یہ ہے کہ تعمیر میں کوئی حرج نہیں۔ جواز کا یہ پہلو اس شرط اور قید کا متقاضی ہے کہ عمارت اور گنبد وغیرہ کی تعمیر حلال مال سے ہو اور اس میں زینت ونمائش، فخر ومباہات اور تفاخر کے جذبات نہ ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات خلفائے راشدین کے زمانہ میں مزارات پہ عمارات نہیں بنائی گئیں۔ اس کے بعد ہی مزارات پہ یہ سارے تکلفات پیدا ہو گئے اور ان کے اندر مفاخرت اور مباہات نے راہ پائی۔ اور آخر زمانے میں عوام کی کوتاہ اندیشی کے باعث علماء اور مشائخ کی مزارات پہ عمارت اور گنبد وغیرہ کی تعمیر میں ظاہراً کچھ مصلحتیں دیکھتے ہوئے چند چیزیں بڑھا دی گئیں تاکہ اس جگہ سے مسلمانوں کی شان وشوکت اور اہل اللہ کی عظمت وبزرگی نمایاں ہو سکے۔ اور بالخصوص ہندوستان اندر (دین کے دشمن کفار وہنود کی کثرت ہے) ان مقامات کی شان وشوکت عظمت وبلندی اور ترویج سے مسلمانوں کا رعب ودبدبہ پیدا ہو سکتا ہے اور دینِ حنیف

کی جانب کفار و ہنود کے رجحان و میلان کا سبب بن سکتا ہے۔ اور بہت سے اعمال وافعال اور طور طریقے جو سلف کے زمانے میں مکروہات سے تھے آخر زمانہ میں مستحسنات بن گئے۔

علمائے سلف نے مشہور مشائخ اور علماء کے مزارات پر عمارت تعمیر کرنے کو مباح قرار دیا ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کر سکیں اور اس کے سایہ میں آرام واستراحت کر سکیں۔

اگر سایہ مطلقاً ممنوع ہوتا تو دنیا بھر کے علماء و اولیاء اور خود طاعن اشخاص کے مشائخ کرام کی قبروں پر عمارتوں اور گنبدوں کو تعمیر نہیں کیا جاتا اور امام الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ رح (جن کا شمار حضرات تابعین میں ہوتا ہے) کی قبر پر تبع تابعین کے زمانے میں گنبد تعمیر نہیں کی جاتی تھی۔ اور حضرات صحابہ کرام رض، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زیر سایہ نہیں رکھتے تھے۔

- قبروں کے پاس چراغ روشن کرنا نہ صرف غیر شرعی فعل ہے بلکہ آخرت میں بھی نقصان و خسران کا باعث ہے۔ اہل قبور چراغ کے محتاج نہیں ہیں اور یہ چراغ افروزی نصاریٰ کے عمل سے مشابہ ہے۔ (مکتوب)

- اولیاء اللہ کی نذر و نیاز کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ نذر اگر بالاستقلال کسی ولی کے لیے ہو تو یہ باطل ہے اور اگر اللہ کے لیے ہو اور ولی کا ذکر مصروف کے بیان کے واسطے ہو تو یہ نذر صحیح ہے اور اس طرح کہا جائے کہ یا اللہ میں نے تیری نذر کی ہے اگر تو میرے فلاں مریض کو شفا عطا فرمائے یا میری فلاں حاجت پوری کر دے تو میں فلاں بزرگ پر ایصال ثواب کے لیے فقراء و مساکین کو کھانا کھلاؤں گا یا مسجد کے لیے فرش یا چراغ جلانے کے لیے تیل دوں گا یا مسجد کے خادم کو روپیہ

دوں گا۔

نذر کی حقیقت یہ ہے کہ میت پر انفاقِ مال اور اطعامِ طعام کے ثواب کا ہدیہ پہنچایا جائے اور یہ صحیح احادیث کی رُو سے ایک امر مسنون ہے جیسا کہ بخاری اور مسلم میں ام سعد وغیرہا کے بارے میں وارد ہے۔ اور ایسی نذر پوری کرنا واجب ہے۔ اور اس نذر کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ اگر آپ کو نذر مانی ہو تو اس طرح کہیں: اھدی ثواب ھذا القدر الی روح فلاں اس چیز کا ثواب میں فلاں بزرگ کی روح پر پہنچاتا ہوں۔ ایسی صورت میں ولی کا ذکر منذور کے عمل کے تعین کے واسطے ہے نہ کہ مصرف کے واسطے۔ ہاں اگر اس ولی کو بالاستقلال حلّال مشکلات یا شفیع غالب ہونے کا عقیدہ رکھا جائے تو یہ اعتقاد شرک اور فساد تک پہنچانے والا ہے۔ لیکن واضح رہے کہ اس قسم کا عقیدہ رکھنا ایک چیز ہے اور نذر ایک دوسری چیز۔

نذر کے دو معنی ہیں۔ ایک ایجاب العبادت، دوسرا ھدیہ۔
اگر نذر ایجاب العبادت کے معنے ہے تو بالاجماع یہ نذر مخلوق کو حرام ہے۔ مخلوق زندہ ہو یا مردہ۔ اگر نذر سے مراد ھدیہ ہے تو مخلوق کو دینا جائز ہے۔

● رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد مبارک پر سرور انبساط اور خوشی و مسرت کا اظہار بدعتِ حسنہ ہے۔ کیوں کہ اسلام کی ابتدائی تین صدیوں میں کسی سے ثابت اور منقول نہیں ہے۔ لیکن یہ بدعت اس قبیل سے تعلق رکھتی ہے جس کے قبول کرنے میں کوئی قباحت لازم نہیں آتی۔ کیوں کہ یہ چند مستحسن امور مثلاً تلاوتِ قرآن، ذکرِ سیرتِ نبوی، درود و صلوٰت، اطعام الطعام صدقات و خیرات، ذاتِ رسالت مآب کے ساتھ والہانہ محبت و عقیدت کا اظہار اور غیر مسلم اقوام کو اسلام کی جانب دعوت کرنا وغیرہ پر مشتمل ہے۔ اور میلاد کا عمل دنیا بھر کے علما اور صوفیاء کا

معمول رہا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے ذکر کے وقت حاضرین مجلس کا کھڑا ہوجانا مستحسن فعل ہے۔ علماء اور خواص کی یہ عادت چل پڑی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا ذکر و بیان سنتے ہیں تو آپؐ کی تعظیم و توقیر کے خیال سے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ یہ قیام بدعتِ حسنہ ہے۔

ہر زمانہ اور ہر ملک کے علماء اور صوفیاء کا کوئی عمل ایسا ہو جس کے تعلق سے ائمہ مجتہدین میں سے کسی مجتہد کا انکار منقول نہ ہو تو یہ عمل ایک شرعی دلیل اور حجت کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیوں کہ علماء کا عمل بغیر کسی نکیر کے ہو تو حجت ہے یعنی کسی چیز اور واقعہ کے تعلق سے قرآن اور حدیث میں کوئی حکم نہ ملے اور اس کے متعلق صحابہ کرامؓ کی تصریحات بھی نہ ہوں تو اس چیز اور واقعہ کے اندر علماء اور صوفیاء کا عمل کسی مجتہد کے انکار کے بغیر ثابت ہو تو اس کے موافق شرع شریف ہونے پر حجت و دلیل ہے اور ایسے عمل کا تعلق اجماع مسلمین سے ہے۔

لیکن مسلمانوں کو چاہیے کہ میلاد النبیؐ کے انعقاد میں بدعات مثلاً گانا، بجانا، آلات محرمہ اور منکراتِ شرعیہ وغیرہ سے اپنے آپ کو بچائے رکھیں تا کہ اس قسم کے غیر شرعی امور انھیں اللہ کے فضل و کرم اور اتباعِ سنّت کے برکات و فیوضات سے محروم نہ کردیں۔

غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت پر مسرت کا اظہار کرنا تو محبّت ایمانی میں اضافہ کا ذریعہ ہے۔ حیرت ہے ایسے مستحسن فعل اور امر ایمانی میں لوگ بحث و مباحثہ کرنے لگے ہیں۔ سرور ولادتِ سرورِ عالم ناشی از محبّتِ ایمانی است چیست کہ مردم چنیں امر ایمانی گفتگو دارند۔

● رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک اور آپ کے آثار

و متروکات اور آپؐ کی طرف منسوب مساجد اور کنوؤں کی زیارت کرنا مستحب ہے۔ حنفیوں، شافعیوں، مالکیوں اور حنبلیوں میں فقہاء کا ایک طبقہ اس کو علی الاطلاق مستحب قرار دیتا ہے۔

موئے مبارک کی تعظیم و توقیر واجب ہے کیوں کہ جب کل کی تعظیم و تکریم واجب ہے تو اس کے اجزاء بھی تعظیم و توقیر میں اسی کے مثل ہیں۔ اس مسئلہ میں لوگوں کی افراط و تفریط بھی بڑی عجیب ہے۔ کبھی موئے مبارک کی تعظیم کو عبادت اور مو پرستی کہہ دیتے ہیں۔ حالاں کہ تعظیم دوسری چیز ہے اور عبادت دوسری چیز۔ اگر دونوں میں کوئی فرق نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ شعائر اللہ کے متعلق یوں ارشاد نہ فرماتا:

ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب اور جو کوئی شعائر اللہ کی تعظیم اور ادب کرے تو یہ دل کی پرہیزگاری کی بات ہے۔

اور کبھی غیر متیقن موئے مبارک کی زیارت کو ناجائز کہہ دیتے ہیں۔ حالاں کہ موئے مبارک کی زیارت کے لیے تیقن کی ضرورت نہیں۔ جب احکام اجتہادیہ میں تیقن کے بغیر ان احکام پر عمل کرتے ہیں اور نسب کے معاملہ میں تیقن کے بغیر میراث اور ترکہ حاصل کرتے ہیں تو پھر یہاں کیوں تحقیق اور تیقن کی فکر؟

● علم غیب مستقل اور بالذات اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے جس میں کوئی شریک نہیں۔ اور وہ تمام غائب اشیاء و امور کو جاننے کے لیے وحی، الہام، دلیل عقلی، منام، حواس اور فراست وغیرہ کا محتاج نہیں ہے۔ اس کے برخلاف انبیائے کرامؑ، اولیائے عظام اور ساری مخلوق وحی، الہام، منام اور حواس وغیرہ کی محتاج ہے۔ اور کوئی غیب ان واسطوں کے بغیر نہیں جان سکتے۔ اس کے باوجود انبیاء اولیاء اور بالخصوص سرور انبیاء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلام الٰہی کے باعث علم غیب کا وافر حصہ عطا کیا گیا ہے۔ اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر علوم و

معارف علم غیب سے متعلق ہیں۔ بفحوائے زبان نبوت علمت علم الاولین والآخرین مجھے اولین اور آخرین کا علم دیا گیا ہے۔ اسی طرح اولیائے کرام کو بھی بے شمار امور اور بہت سی مغیبات کا علم اعلام الٰہی اور عنایاتِ ربانی کی برکت سے حاصل ہوا ہے۔

احاطۂ علمی اور استقلالاً علم غیب دونوں ہی عالم الغیب والشہادۃ کی صفت خاصہ ہے۔ جس میں کوئی مخلوق شریک نہیں۔ اگر کوئی شریک ہوتا تو افضل مخلوقات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو جاسوس، خبر پہنچانے والے اور مشورہ کرنے کی حاجت نہ ہوتی اور تابیرنخل کے مقدمہ میں انتم اعلم باموردنیاکم (تم دنیاوی معاملات میں زیادہ جانکار ہو) نہ فرماتے اور حضرت عثمان ابنِ عفان رضی اللہ عنہٗ اور حضرت بی بی رقیہؓ جب حبش ہجرت کر گئے تھے تعلق خاطر نہیں رکھتے اور ایک خاتون سے ان کے احوال دریافت نہ فرماتے۔

● انبیائے کرام کی حالت حیات اور ممات میں توسل جائز ہونے سے متعلق صوفیاء اور فقہاء متفق ہیں اور اسی طرح غیر انبیاء کی حالت حیات میں بھی توسل جائز ہونے سے متعلق متفق ہیں۔ اور غیر انبیاء کی حالتِ ممات میں توسل جائز ہونے سے متعلق صوفیوں کے درمیان تو اتفاق ہے لیکن فقیہوں کے درمیان اختلاف ہے اور اہلِ کشف کے نزدیک غیر انبیاء کی حالتِ ممات میں توسل ثابت ہے۔ حتّٰی کہ ان میں سے اکثر افراد کو ارواح سے فیض پہنچا ہے۔

توسل کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ زیارت کرنے والا اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور اس سے اپنی حاجت و مراد کی تکمیل چاہتا ہے اور اس کی بارگاہ میں اس بندۂ مقرب و مکرم کی روحانیت کا وسیلہ لیتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ یاالٰہی صاحبِ مزار کی برکت سے جس پر تو نے اپنی رحمت نازل فرمائی اور اپنے لطف و کرم سے اس کا اکرام فرمایا، تو میری حاجت پوری فرما۔ تو بڑا کریم ہے اور بہت نواز نے والا ہے۔

یا توسل اس معنی میں ہے کہ دعا کرنے والا بارگاہِ الٰہی کے اس بندۂ مقرب سے التماس کرتا ہے کہ اے خدا کے بندے اور اس کے ولی میرے لیے سفارش کیجیے اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کیجیے کہ وہ میری ضرورت پوری فرما دے۔

لہٰذا اس صورت میں اللہ تعالیٰ ہی معطی (عطا کرنے والا) مسئول (چاہا اور طلب کیا گیا) اور مامول (امید کیا گیا ہوا) ہے اور درمیان میں صاحبِ مزار وسیلہ ہے صاحبِ مزار اپنی ذات اور وجود میں قادر، فاعل اور متصرف نہیں، نہ دنیاوی زندگی میں نہ برزخی زندگی میں، مگر اللہ تعالیٰ ہی قادر بالذات، فاعل اور متصرفِ حقیقی ہے۔ اور اولیاء اللہ فعلِ الٰہی اور اس کی قدرت وسطوت میں فانی ہیں۔

توسل واستمداد کا مذکورۃ الصدر معنی اگر موجب شرک ہے اور یہ بات اللہ کے ماسوٰی توجہ ہے تو صالحین سے ان کی حیات میں دعا کی درخواست بھی ممنوع ہونا چاہیے۔ حالاں کہ ایسا کہنا ممنوع نہیں بلکہ مستحب اور مستحسن ہے۔

اگر توسل واستمداد کے انکار کی بنیاد اس وجہ سے ہے کہ اصحابِ قبور کو زائرین اور ان کے احوال کا علم نہیں ہے اور انھیں سماعت کی قدرت نہیں ہے تو اس خیال کا باطل ہونا خوب روشن ہے۔ آیات واحادیث سے ثابت ہے کہ روح باقی ہے اور اس کو زائرین اور ان کے احوال کا علم اور شعور ثابت ہے۔ اور ارواح کاملین کو بارگاہِ الٰہی میں عظیم مرتبہ اور مقام خاص حاصل ہے۔ اور اس برزخی زندگی میں بھی اولیاء اللہ کو کرامات اور تصرّف حاصل ہے۔ اور یہ حضرات جس طرح حیات میں جلالِ حق میں فانی رہے بعد ممات بھی فانی ہیں اور ان کا تصرف حقیقی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہے۔

ایسی صورت میں اولیاء اللہ کی وساطت اور عنداللہ انھیں حاصل شدہ مقام ومرتبہ کی برکت سے کسی کو کوئی چیز حاصل ہو جائے جیسا کہ ان کی حیات میں ہوتا رہا

ہے تو یہ بات بعید نہیں۔

ہاں اگر زائرین کا اعتقاد یہ ہے کہ اولیاء اللہ متصرف، قادر اور مستبد (وہ شخص جو کسی کام کرنے پر اکیلا مستعد ہو) ہیں تو یقیناً یہ حرام اور منہی عنہ ہے اور قبر کا بوسہ لینا اور اس کو سجدہ کرنا اور اس کی جانب نماز پڑھنا وغیرہ یہ تمام افعال ممنوع اور حرام ہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ لینا تو حضرات انبیاء اور مرسلین کا فعل اور سلف و خلف صالحین کا طریقہ رہا۔ توسل و استشفاع بحضرت سیدِ رسل و استغاثہ و استمداد بجاہ و بجنابِ صلی اللہ علیہ وسلم فعلِ انبیاء و سیرتِ سلفِ و خلف صالحین است۔

اور حاکم نے حضرت انس رضؓ سے روایت کی ہے کہ فاطمہ بنتِ اسد (حضرت علیؓ کی والدہ) کو قبر میں لٹاتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے توسل سے اور انبیاء کے وسیلہ سے یہ دعا فرمائی: بحق نبیك والانبياء الذين من قبلی۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ دنیوی اور انبیاء کی حیاتِ برزخی میں توسل کے لیے واضح دلیل ہے۔ جب انبیاء کی برزخی زندگی میں وسیلہ جائز ہے تو سید الانبیاء سے وسیلہ بطریقِ اولیٰ جائز ہے بلکہ اسی حدیث سے یہ قیاس بھی درست ہے کہ اولیاء اللہ کی وفات کے بعد بھی ان سے وسیلہ جائز ہے لیکن اس حدیث سے حضرات انبیاء کے لیے خصوصیت کے ساتھ دلیل قائم کی جاسکتی ہے۔

• ارواحِ مقدسہ سے فیض پہنچنے کا مسئلہ تو ایک ثابت شدہ روشن حقیقت ہے۔ چناں چہ حضرات انبیاء کرام سے فیض روحانی پہنچنے کے بارے میں صوفیاء اور فقہاء دونوں متفق ہیں۔ اور غیر انبیاء سے فیض پہنچنے کے بارے میں صوفیاء

کے درمیان اتفاق ہے اور فقہار کے درمیان اختلاف ہے۔ کیا زندگی اور کیا موت کیا قریب اور کیا بعید، اور کیا بیداری اور کیا خواب تمام صورتوں اور حالتوں میں بزرگانِ کرام اپنا فیض پہنچاتے ہیں۔ چناں چہ حضرت بایزید بسطامی، حضرت امام جعفر صادق سے ارادتِ معنوی رکھتے ہیں اور حضرت ابوالحسن خرقانی نے حضرت شیخ بایزید بسطامی سے سلوک طے کیا۔ اور حضرت ابوبکر برازی بطائحی اور شیخ علی بن وھب بخاری نے خلیفۂ اول حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی روحِ پاک سے اکتسابِ فیض کیا۔ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے حضرت ابو سعید مبارک مخزومی سے ارادت حاصل رہنے کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مقدسہ سے فیض پایا اور شیخ خواجہ بہاؤالدین نقشبندی نے حضرت عبدالخالق غجدوانی کی روح سے تربیت پائی اور میرے والدِ محترم حضرت سید شاہ ابوالحسن محوی قادری نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی روحِ پرفتوح سے فیض حاصل کیا اور میرے دادا محترم حضرت سید شاہ عبداللطیف ذوقی قادری کو جب بھی مثنوی مولانا روم میں فصاحت اور تشریح مطلوب ہوتی تو آپ مراقبہ فرماتے اور عرض کرتے کہ مصنف اس کا معنی و مفہوم یہ بیان کر رہے ہیں۔

حاصلِ کلام اولیائے کرام کی تین قسمیں ہیں۔ ایک نسبتِ ظاہری سے مشرف ہیں: جیسے حضرات صحابۂ کرام اور اکثر مشائخ صوفیہ۔ دوسری نسبتِ باطنی سے بہرہ ور ہیں۔ جیسے حضرت بایزید بسطامی، حضرت ابوالحسن خرقانی، شیخ علی بن وھب بخاری، شیخ ابوبکر برازی۔ تیسری نسبتِ ظاہری اور باطنی دونوں کے جامع ہیں: جیسے شیخ عبدالقادر جیلانی، اور خواجہ بہاؤالدین نقشبندی۔

(ترجمۂ مکتوبات)

اور جو فیض خرقِ عادت کے طریقہ پر پہنچتا ہے اس کا انحصار قربِ طبعی پر ہے

اور یقیناً یہ ایک نعمت ہے۔ لیکن تمام فیوض و برکات اور نعمتیں قربِ بدنی سے مربوط رہتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قربِ قلبی اور رشتۂ روحانی رکھنے کے باوجود جب صحبتِ نبوی سے محروم رہے تو ایک ادنیٰ صحابی کے مرتبہ کو نہ پہنچ سکے۔ جس کو قربِ بدنی کا شرف حاصل رہا۔ اسی لیے ان کا کوہِ احد کی مقدار میں سونا صدقہ کرنے کا اجر و ثواب ایک صحابی کے مٹھی بھر گیہوں کے صدقے کا اجر و ثواب میں ہم سری اور برابری نہیں کر سکا۔ کیوں کہ صحبتِ بہت بڑی چیز ہے۔ جس کی ہم سری اور برابری کوئی چیز نہیں کر سکتی۔ (ترجمۂ مکتوبات)

● رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں اہلِ حاجات کے توسل اور استمداد کی مثالیں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ چناں چہ نسائی اور ابنِ ماجہ کی روایت ہے کہ حضرت عثمان بن حنیف نے فرمایا: ایک نابینا شخص بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ میرے لیے دعا فرمائیے کہ میری آنکھوں میں روشنی پیدا ہو جائے حضور اکرمؐ نے فرمایا: صبر کرو: تمہارے لیے یہی بہتر ہے۔ لیکن نابینا شخص نے دوسری مرتبہ التجا کی اور پُر اصرار لہجہ میں عرض کیا: یا رسولؐ اللہ آپؐ دعا فرمائیے۔ نبیؐ کریم نے نابینا کو حکم دیا کہ پہلے اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت صلوٰۃ الحاجت پڑھے اور یہ دعا پڑھے:

اللّٰھم انی اسئلك واتوجه الیك نبیك محمد نبی الرحمة یا محمد انی اتوجهت بك الی ربی فی حاجتی لتقضی لی اللّٰھم شفعه فی۔

حضرت عثمان بن حنیفؓ فرماتے ہیں کہ وہ شخص دوبارہ جب دربارِ نبویؐ میں آ پہنچا تو ہم نے دیکھا کہ اس کی آنکھیں روشن ہو گئی ہیں۔

ندائے توسل کی یہ مثال تو آپؐ کی حیات سے متعلق ہے لیکن آپؐ کی وفات کے بعد بھی اس کی روایات اور آثار وارد ہیں:

حضرت عثمان بن حنیفؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص ان کی خدمت میں پہنچا اور

عرض کیا کہ مجھے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ایک سخت ضرورت ہے لیکن وہ التفات نہیں فرمارہے ہیں۔ ابنِ حنیف رضؓ نے اس آدمی سے کہا: اچھی طرح وضو کرلو اور دو رکعت نمازِ حاجت ادا کرو اور یہ دعا پڑھو: اللّٰھم انی اسئلک واتوجہ الیک نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ الیک الی ربک فیقضی حاجتی۔ چنانچہ اس آدمی نے اس طریقہ پر عمل کیا اور حضرت عثمان بن عفان رضؓ کے پاس پہنچا تو آپ نے اس کی ضرورت پوری کردی۔ اس کے بعد وہ شخص حضرت عثمان بن حنیف رضؓ کے پاس پہنچا اور شکریہ ادا کرتے ہوئے کہنے لگا کہ آپ نے حضرت عثمان رضؓ سے میرے بارے میں سفارش فرمائی ہوگی۔ انہوں نے میری جانب خصوصی توجہ فرمائی اور میری ضرورت پوری کردی۔

حضرت عثمان بن حنیف رضؓ نے کہا: خدا کی قسم! میں نے تمہارے لیے کوئی سفارش نہیں کی اور نہ ہی حضرت عثمان غنی سے ملاقات کیا۔ اس دعا کی تلقین میں نے تمہیں اس لیے کی تھی کہ حضور اکرمؐ کے زمانہ میں ایک نابینا شخص اس دعا سے بینا ہو گیا تھا۔ اسی لیے میں اس واقعہ پہ قیاس کیا کہ دعا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کا توسل فائز المرام اور حاجات پورا ہونے کا ذریعہ ہے۔ براں قیاس نمودم کہ توسل وے صلی اللہ علیہ وسلم موجب قضاء حاجت وسبب نجاح مرام است۔

بقول شیخ علی الخواص جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے مانگو اور عرض کرو: اللّٰھم انا نسئلک بحق محمد ان تفعل کذا: اے اللہ میں بحقِ محمدؐ و بجاہ محمدؐ تجھ سے یہ طلب کر رہا ہوں۔ اس فریاد کو فرشتے حضور اکرمؐ کی جناب میں پیش کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں فلاں نے آپؐ کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی ہے۔ اس پر آپؐ ربّ کریم سے اس حاجت کی تکمیل کے لیے سوال کرتے ہیں۔ اور آپؐ کی دعا سُن لی جاتی ہے۔ کیوں کہ آپؐ کی

ذاتِ گرامی مستجاب الدعوات ہے۔

حضرت غوثِ پاک فرماتے ہیں: ۵

یاحبیب الالٰہ خذ بیدی ﷺ مالعجزی سوائک مستندی

غرض جو امور اور واقعات کہ دنیا میں وقوع پذیر ہوتے ہیں مشیت الٰہی کے تحت اموات ان کا ادراک اور احساس کر لیتی ہیں اور یہ احساس و ادراک انھیں کبھی فرشتوں کے اطلاع دینے سے ہوتا ہے تو کبھی دیگر اموات کی اطلاع دینے سے ہوجاتا ہے۔ جو ان کے بعد ان سے جا ملتی ہیں۔ اور کبھی دوسروں کی وساطت کے بغیر من جانب اللہ مطلع اور واقف ہوجاتے ہیں اور اموات عالم الغیب نہیں ہیں کہ وہ بغیر اطلاع کے صرف ندائے توسل سے مطلع ہوجائیں اور وسیلہ لینے والے کی مشکل کے حل کے واسطے بارگاہِ الٰہی میں دعا کریں۔ نیز ان بزرگوں کی ارواح قاضی الحاجات نہیں بلکہ مرادوں اور حاجتوں کا پورا کرنا عالم الغیب والشہادۃ کے دستِ قدرت میں ہے۔ صرف اتنا ہے کہ ندائے توسل کے وقت فرشتے کے واسطے سے یا بغیر فرشتہ کے واسطے سے متوسل کی حاجت بزرگوں کی ارواح تک پہنچا دیتا ہے اور اُن کی دعاؤں کے ذریعہ حاجت و مراد کو پوری فرماتا ہے۔ یا ان کی ارواح تک پہنچانے کے بعد کوئی صورت پیدا فرماکر وہ ضرورت اور مراد پوری کر دیتا ہے۔ یا ان کی ارواح پر مطلع کئے بغیر ہی کسی صورت کو پیدا کرکے حاجت کی تکمیل کر دیتا ہے۔ یا مطلق وہ حاجت یا مراد پوری نہیں کرتا۔ بفحوائے کلامِ الٰہی: عسٰی ان تکرھوا شیئاً فھو خیر لکم وعسٰی ان تحبوا شیئاً وھو شر لکم واللہ یعلم وانتم لا تعلمون۔ شاید ایک چیز تم کو بُری لگے اور وہ تمہارے حق میں بھلی ہو اور کوئی چیز تم کو بھلی لگے اور وہ تمہارے حق میں بری ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

• دوگانۂ قادریہ شریعتِ مطہرہ کے منافی اور مخالف نہیں ہے اور قوی اسناد سے ثابت ہے۔ سلسلۂ قادریہ میں پڑھی جانے والی یہ دو رکعت نماز صلوٰۃ الغوثیہ کے نام سے بھی مشہور و معروف ہے۔ جس میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھی جاتی ہے اور سلام کے بعد گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھ کر گیارہ قدم عراق کی سمت چلتے ہوئے سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی جاتی ہے۔

دوگانۂ قادریہ دراصل صلوٰۃ الحاجۃ ہے اور اس نماز میں بھی صلوٰۃ الحاجۃ ہی کی نیت کی جاتی ہے۔ صلوٰۃ الحاجۃ متعدد روایات سے ثابت ہے۔ حدیث، فقہ اور تصوّف کی معتبر کتابوں میں مرقوم ہے اور صلوٰۃ نافلہ کی کوئی حد مقرر نہیں۔ البتہ اس کو کسی خاص وقت کے ساتھ مقرر کرنا بدعت ہے۔ اور اس دوگانۂ قادریہ کے مستحب ہونے میں کوئی شبہ نہیں البتہ رہ گئی یہ بات جو عراق کی سمت چند قدم چلتے ہیں وہ توسل کی ایک علامت ہے جو محض سعادت اور خاص کر اکتساب قربت کے لیے ہے۔

• ندا اور دعا میں فرق ہے۔ اگر کوئی چیز مخلوق سے طلب کی گئی تو اس کو دعا سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا اور ندا کی صورتیں بھی مختلف ہیں۔ ندا کبھی بطریقِ عبادت ہوتی ہے۔ مثلاً کوئی شخص نماز اور خارجِ نماز میں یاایہا المزمل قم اللیل الا قلیلا پڑھے اس مقام پہ ندا سے (معاذ اللہ) یہ بات لازم نہیں آتی کہ قاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازِ تہجد کا حکم دے رہا ہے اور ندا کا استعمال کبھی بطریقِ وسیلہ اور استمداد ہوتا ہے جیسا کہ علّامہ شرف الدین محمد بن سعید بن حماد البوصیری فرماتے ہیں: ؎

یا اکرم الخلق مالی من الوذبہ ٭ سواک عند حلول الحادث العمم

اور کبھی ندا کا استعمال قانونِ فصاحت کے اقتضاء کی وجہ سے ہوتا ہے اور کبھی بیمار اور خوف زدہ آدمی دہشت اور رنج کی حالت میں اپنی ماں کو آواز دیتا ہے۔

- مومنوں کی قبر کی زیارت کرنا اور اُن کے لیے دعائے مغفرت کرنا مستحب ہے اور زیارت کے وقت اہلِ قبور کا ادب واحترام اُن کے مراتب و درجات کے لحاظ سے قائم رکھنا چاہیے۔ اور سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت تو قولاً اور عملاً افضل ترین سنّت اور موکد مستحبات ہے۔ اور اس پر امّت کے علماء فقہا اور صوفیا کا اجماع ہے۔ آپؐ کی قبرِ شریف کے پاس انتہائی ادب واحترام اور حد درجہ تعظیم و تکریم کا اظہار ہونا چاہیے۔ اور قلب کو تمام خطرات ووساوس سے صاف رکھنا چاہیئے اور پوری تواضع اور خشوع وخضوع کے ساتھ سیدھا ہاتھ بائیں ہاتھ پر باندھ کر نماز میں کھڑے رہنے کے مانند ٹھہرنا چاہیئے۔ اور اپنا چہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کی جانب رکھنا چاہیئے۔ اور اپنی پشت کو قبلہ کی جانب رکھنی چاہیئے اور یہی طریقہ ائمۂ اربعہ کے نزدیک مستحب ہے۔

- ائمۂ محققین اور امام الحرمین کے نزدیک زیارت کے لیے سفر جواز پر مبنی ہے۔ اور حدیث لاتشدوا الرحال سے انبیاء کرام اور اولیائے عظام کی قبروں کی زیارت کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی اور یہ حصر تمام مشاہد و مقابر کے سوا مساجد کے حق میں ہے۔

- سلام، مصافحہ، معانقہ آدابِ صحبت سے تعلق رکھتے ہیں اور دست و قدم بوسی مسنون ہے جیساں جیہ وفد عبدالقیس نے دست و پائے نبویؐ کو بوسہ دیا۔ مجلس میں داخل ہونے والے کے لیے قیام کرنا مکروہ نہیں ہے البتہ قیام کی خواہش قابلِ کراہت ہے۔

● قبر کا طواف حرام ہے۔ کیوں کہ طواف کعبۃ اللہ ہی کے ساتھ مخصوص ہے اور وہ حج و عمرہ کے مناسک و افعال سے تعلق رکھتا ہے اور وہ عبادت کی جنس سے ہے۔ اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔

● سجدۂ تحیت کا مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے۔ بعض علماء کے نزدیک کفر ہے اور بعض علماء کے نزدیک جائز ہے۔ لیکن یہ جواز اجماعِ قطعی کے خلاف ہے اور جمہور علماء و فقہاء کے نزدیک گناہِ کبیرہ ہے۔

● اذان اور اقامت میں اشھد ان محمدا رسول اللہ کا کلمہ سن کر انگوٹھوں کو چومنے اور اپنی آنکھوں پر رکھنے سے متعلق بعض علماء نے مستحب قرار دیا ہے تو بعض نے منع کیا ہے۔ بہر کیف اس فعل پر عمل کرنے والے کے لیے سند تو موجود ہے اگرچہ کہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔ (مکتوبات)

● یا اللہ! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے تئیں بیٹا یا بیٹی دیو۔ ایسا کہنا جائز نہیں۔ کیوں کہ پیدا کرنا اور بیٹا بیٹی دینا مخصوص خدا ہی کا کام ہے پیغمبران اپنے کو اولاد نہیں کر سکتے ہیں۔ دوسرے کو اولاد کیسے دیتے۔ آپ ہی پیدا کر سکتے ہیں تو خدا سے اولاد کیوں مانگتے۔ جیسا کہ زکریا پیغمبر علیہ السلام خدا سے فرزند مانگتے ہیں فھب لی من لدنك ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب۔

(مکتوبات)

● "اللہ اور رسول حاضر ہیں"۔ ایسا بولنا جائز نہیں۔ اس لیے کہ ہر جا حاضر اور ناظر رہنا مخصوص خدا ہی کا کام ہے۔ اس کام میں کوئی مخلوق شریک نہیں۔

(مکتوبات)

● "یا اللہ! یا رسول اللہ! میرے تئیں روزی دیو" کر کے ایسا کہنا جائز نہیں بشرطیکہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقی روزی رساں اور مسبب جانے اور

خدا کے ساتھ روزی رسانی میں شریک کرے۔

اگر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ گردانے اور آپؐ کو سببِ روزی جانے تو یہ بات دوسری ہے۔ (مکتوبات)

حضرت قطبؒ ویلور کے مسلک کا ایک سرسری مطالعہ اور اجمالی جائزہ لینے کے بعد ہم اس بات کی وضاحت بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ عہدِ نبویؐ کے بعد امت میں پیدا ہونے والے نئے اعمال اور افعال کی شرعی حیثیت کتاب و سنّت ہی سے متعین ہوگی۔ اور وہ سارے اعمال متروک سمجھے جائیں گے۔ جو قرآن اور حدیث سے موافقت نہیں کرتے۔ البتہ جو اعمال اور اشغال شریعتِ مطہرہ کی رُوح سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اور امت کی فلاح و بہبودی اور بھلائی میں معاون و مددگار ہیں۔ اور دین میں اصلاحِ معاش اور معاد کے لیے ضروری ہیں تو ان کے قبول کرلے میں کوئی شرعی قباحت لازم نہیں آتی۔ کیوں کہ ہر شئے اپنی اصلیت کے لحاظ سے اباحت کا درجہ رکھتی ہے۔ جب تک کہ اس میں کوئی فساد اور برائی شامل نہ ہو۔ اس اصول اور ضابطہ کے تحت وہی نیا عمل اور فعل ناقابلِ قبول ہوگا۔ جو گمراہی اور ضلالت کا سبب بن رہا ہو۔ نہ کہ ہر کوئی نیا عمل اور فعل، اور یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ کسی نئے فعل اور عمل کا معرضِ وجود میں آنا کسی خاص زمانہ یا عہد کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ وہ تو قیامت تک غیر محدود ہے۔ ایسی صورت میں ہر نئے فعل اور عمل سے متعلق جمہور کا موقف اختیار کرنا چاہئیے۔ جن کے نزدیک ہر عمل و فعل اخذ و قبول کے لائق ہے۔ جس میں حسنات کا پہلو موجود ہو اور ہر وہ عمل رد کے قابل ہے جس کا دامن سیئات سے آلودہ ہے اور حضرت قطبِ ویلور کے مسلک میں بھی یہی معتدل اور مفید فکر نمایاں ہے۔

اب ہم ذیل میں آپؒ کے مسلک سے متعلق آپ ہی کے بیانات نقل کر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں:

"ہر یکے ازیں دو طایفہ در طعن مقتدایانِ دیگرے راہ افراط و تفریط پیمودہ و دو طرف اقتصاد را اختیار نمودہ است و حق متوسط نصیب ابن فقیر است۔ حافظ سید نور الدین علی سمہودی در جواہر العقدین حدیثے آوردہ است فی کل خلف من امتی عدول من اہل بیتی ینفون عن ھذا الدین تحریف الغالین وانتحال المبطلین و تاویل الجاھلین من امیدوارم کہ یکے از اینہا باشم و مردم را از افراط و تفریط باز دارم۔"
فصل الخطاب: ص ۳۱

ہر ایک جماعت دوسری جماعت کے اکابرین پر لعن وطعن کرنے میں افراط و تفریط کی راہ پر گامزن ہے۔ اور میانہ روی سے دور جا پڑی ہے۔ اور اعتدال و توسط کا دامن یہ فقیر تھامے ہوئے ہے۔ حافظ سید نور الدین سمہودی نے جواہر العقدین میں ایک حدیث نقل کی ہے۔ فی کل خلف من امتی عدول من اھل بیتی۔ الخ:

میری امت کے ہر پچھلے دور میں میرے اہلِ بیت میں عادل اور ثقہ افراد ہوں گے۔ جو اسلام کو غلو پسند اشخاص کی تحریف سے اور باطل افراد کی حلیہ سازی سے اور جاہل لوگوں کی تاویل سے محفوظ رکھیں گے۔ میں امید کرتا ہوں کہ میرا شمار بھی ان ہی عادل اور ثقہ افراد میں ہو گا۔ اور میں بھی لوگوں کو افراط و تفریط اور غلو و تعصّب سے باز رکھوں گا۔

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

کسی اختلافی مسئلہ میں ایک ہی جانب کے حق ہونے کا جزم و یقین کر لینا اور اسی کو ترجیح دینا اور اس میں تعصب سے کام لینا غیر مناسب بات ہے۔ اور اختلافی مسائل میں ایک دوسرے پر نکتہ چینی اور طعن و تشنیع سے پرہیز کرنا چاہیئے اور باہم ایک دوسرے کو کافر نہیں کہنا چاہیئے کیوں کہ وہ بھی کسی دلیل کے تحت مسئلہ کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اگرچہ کہ وہ دلیل ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔

کسی اختلافی مسئلہ میں ایک ہی جانب حق ہونے کا یقین کر لینا اور اسی کو اہمیت اور ترجیح دینا اور اس کے اندر تعصب سے کام لینا، یہ علمی اختلاف کا غیر مناسب طریقہ ہے۔

اگر ان میں سے کسی ایک کو نیکی اور صلاح وقت سمجھیں تو احتیاط اور توقف سے کام لیں اور اختلاف و نزاع کے بھنور میں نہ پھنس جائیں اور اسی روش میں اپنی سلامتی تصوّر کریں۔ اور بزرگانِ دین و اہل اللہ کو زشت کرنے سے اور انھیں گمراہ کہنے سے اور اُن پر طعن و حرف گیری سے اور اُن کے عیب نکالنے سے اپنی زبان کو بند رکھنا چاہیے۔

اور مومن کو چاہیئے کہ کسی مسئلہ میں اجماع کے خلاف قدم نہ اٹھائے۔ اور اہلِ علم کو چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے لوگوں کو اجماع کی مخالفت سے باز رکھنے کی سعی و کوشش کریں۔ (ترجمہ از فصل الخطاب: صفحہ ۲۴، صفحہ ۶۸)

مسلکِ قطبؒ ویلوری سے متعلق اس بات کی صراحت بھی مفید ہے کہ آپ نے جن مسائل میں مرجوح روایات کو اور ضعیف اقوال کو نقل فرمایا ہے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جائے کہ حضرت قطبؒ ویلور کا مسلک ضعیف اور غیر مستند اسناد پر مبنی ہے۔ بلکہ اس سے آپ کا مقصد اور منشا غالی حضرات کی زبان بند کرنا ہے تاکہ وہ عظیم المرتبت اولیاء اور صلحاء پر طعن و تشنیع اور بزرگوں کی تضلیل و تکفیر سے باز آجائیں۔ اور ان پر یہ حقیقت بھی کھل سکے کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور مختلف فیہ امر میں ایک دوسرے پر نکتہ چینی نہیں ہونی چاہیے۔ چناں چہ فرماتے ہیں:

"... مقصود فقیر از نقل قول غیر معتبر اباحت در این مسئلہ اختلافی اہلِ سنّت سد لسان غالیان است تا طعن و تشنیع اولیاء اللہ والا شان و تضلیل و تقبیحِ بزرگان دارفتارِ درویشان باز مانند و معلوم نمایند کہ مسئلہ مختلف فیہ است

و در امر مختلف فیہ عیب یک دیگر نباید کرد و ہر یکے را بحال خود باید گذاشت فربکم اعلم بمن هو اهدیٰ سبیلا۔

ازیں نقل توہم نکنند کہ فقیر بہ عملِ قول ضعیف و بے اعتبار ترغیب می دہد۔ و نقل آن مبنی بر مذہب او بود حاشا و کلّا۔

حضرتِ قطبؒ ویلور کے مسلک کی یہی وہ امتیازی خصوصیات (مثلاً اعتدال، میانہ روی، توقف، احتیاط، صلح، عدم تشدد اور غلو و تعصب کا فقدان) ہیں جن کی وجہ سے اس کو جنوبی ہند میں بڑا فروغ ملا اور ایک صدی گزر جانے کے بعد بھی آج یہ مسلک خواص و عوام میں رائج ہے۔ اور اس کی بقاء و ترویج اور ثبات و استحکام میں جہاں اس کی ذاتی خوبیاں کا عمل دخل ہے وہاں دوسرے عوامل و اسباب بھی شامل ہیں۔ چناں چہ ان ہی میں سے ایک طاقت ور عامل اور مضبوط ذریعہ حضرت قطبؒ ویلور کے تلامذہ اور خلفاء کی تدریسی، تقریری، تحریری اور تبلیغی مساعی جمیلہ ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ کسی بھی مسلک کو اسی وقت دوام و استمرار نصیب ہو سکتا ہے جب اس کے مزاج اور منہاج پر اشخاص اور افراد کی تربیت کا سلسلہ چل پڑے تاکہ ان تربیت یافتگان کے ذریعہ مسلک کی حفاظت اور تبلیغ ہو سکے۔ چناں چہ مسلکِ قطبؒ ویلور کے لیے یہ مضبوط اور قوی عامل اور طاقت ور ذریعہ اس طرح فراہم ہوا کہ حضرت قطبؒ ویلور کے خلف الرشید فرزند ارجمند شمس العلماء مولانا رکن الدین سید شاہ محمد قادری علیہ الرحمۃ نے اپنے آبا و اجداد کی درس گاہ (لطیفیہ) کو باضابطہ دار العلوم کی شکل دے دی اور آج بھی اس درس گاہ کا فیضان جاری ہے۔ اور اس سے فارغ ہونے والے علماء اور فضلاء اسی مسلکِ قطبؒ ویلوری کے حامل اور داعی رہے اور آج بھی ہیں۔

مسلکِ قطبؒ ویلوری کے استحکام کے لیے دار العلوم لطیفیہ کے علاوہ

ایک اور قوی عامل مدرسۂ باقیاتِ صالحات ویلور ہے جو حضرت قطبؒ ویلور کے ارشاد و توجّہ پر آپ ہی کے خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب قادری ویلوری نے قائم کیا۔ اور اس عظیم تاریخ ساز درس گاہ سے ہزاروں تشنگانِ علم نے سیرابی حاصل کی اور آج بھی اس کا چشمۂ فیضان بہ رہا ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ اس سے فارغ ہونے والے علماء اور فضلاء بھی اسی مسلک کے داعی اور مبلغ رہیں گے۔ جو اس کے بانی کا مسلک رہا ہے اور بانی بھی اسی مسلک کے محافظ اور امین رہیں گے جو اُن کے شیخ مربی حضرت قطبؒ ویلور کا مسلک رہا ہے۔

مسلکِ قطبؒ ویلوری کی اشاعت میں سلسلۂ درس کے علاوہ تبلیغی واصلاحی سلسلہ بھی قابلِ اعتناء ہے جو حضرت قطبؒ ویلور کے تلمیذ و خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبدالحئی الواعظ بنگلوری کے مواعظ حسنہ کی برکت سے پھیلا اور عوام الناس میں اس مسلک کی بنیادیں مضبوط ہوئیں۔ اور اس کے اثرات بڑے دور رس اور دیرپا ثابت ہوئے۔ چناں چہ آج بھی شاہ صاحب کے خطبات اور مواعظ مدون شکل میں محفوظ و معروف ہیں۔ ماضئ قریب تک بھی آندھرا، کرناٹک اور ٹمل ناڈو کے اکثر شہروں میں ماہِ ربیع الاوّل اور ربیع الثانی میں نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت و سوانح پر مشتمل شاہ صاحب کا منظوم کلام پڑھ کر سنایا جاتا تھا۔ اور کثیر تعداد میں عوام اس سے استفادہ کرتی تھی۔

حضرت شاہ عبدالحئی بنگلوری کے علاوہ دیگر خلفاء کی تحریری کاوشیں بھی اسی مسلک کی اشاعت میں موثر عوامل ثابت ہوئیں اور اس طرح سے مسلکِ قطبؒ ویلوری کے حق میں ایک اسکول، ایک مکتبہ، ایک تحریک اور افراد سازی کا ایک سلسلہ قائم ہوا جو اس کی حیات کا باعث بنا۔

حضرت قطبؒ ویلور کے نامور خلفاء

حضرت قطبؒ ویلور کی

کو وہ پیکر علمی و عبقری اور اصلاحی و دعوتی شخصیت کا یہ قدرتی نتیجہ ہے کہ آپ کے تلامذہ و مستفیدین اور مریدین و متوسلین کی تعداد لاکھوں پر تجاوز کر گئی۔ اور آپ کے پاس علماء و صوفیاء اور عامۃ الناس کا ایک انبوہِ کثیر جمع ہو گیا۔ جس کی وجہ سے آپ اپنے عہد اور زمانہ پر پوری طرح اثر انداز ہوئے۔

حضرت قطبؒ ویلور کے نامور خلیفہ زادے حضرت شاہ محمد ولی اللہ قادری اپنے والدِ ماجد کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

والدِ بزرگوار حضرت مولانا مولوی حاجی شاہ محمد قادری کو قطب الاقطاب حضرت مولانا مولوی عبداللطیف سید شاہ محی الدین قادری المعروف بہ قطبؒ ویلور رضی اللہ عنہم سے تلمذ و ارادت اور خلافت حاصل تھی اور والدِ بزرگوار قطب الاقطاب کی خدمت مبارک میں چودہ برس تک مصروف و مشغول استفاضہ و استفادہ رہے۔ تربیتِ قطب الاقطاب کے آٹھ لاکھ مرید اور چار سو خلفاء تھے۔

(راہ سلوک)

شمس العلماء حضرت مولانا رکن الدین شاہ محمد قادری ویلوری

آپ کی ولادت باسعادت حضور اکرم ﷺ اور متعدد بزرگوں کی پیشین گوئی کے مطابق ۱۰؍ شوال المکرم ۱۲۶۹ھ کو ویلور میں ہوئی۔ حضرت قطبؒ ویلور اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں میرے جد و شیخ حضرت عبداللطیف المعروف بہ محی الدین ذوقی ابن مخدوم جیلانی المقلب بہ الواصل نے اپنے مراقبات کے ذریعہ ایک ایسے فرزند کی بشارت دی جو سید محمد کے نام سے موسوم اور عمر دراز و مراتب عالیہ سے موصوف ہوگا۔ اور میرے شیخ

وجدّ رکن الدین حضرت سید شاہ ابوالحسن قربی نے اس مراقبہ پہ تہنیت لکھی ہے نیز فقیر اور بھی بہت سی بشارتیں رکھتا ہے۔ جن کی نشان دہی میں قلّتِ وقت اور دامنِ مکتوب کی کوتاہی مانع ہے۔

خانوادۂ اقطابِ ویلور کے مصنف لکھتے ہیں کہ حضرت قطبؒ ویلور نے مکۂ مکرمہ کے قیام کے دوران ایک خواب دیکھا کہ حرمِ مقدّس میں ایک پودا نکل آیا۔ جو دیکھتے ہی دیکھتے ایک تناور درخت کی شکل اختیار کر گیا۔ اور اس کی شاخیں کعبۃ اللہ پر سایہ فگن ہو گئیں۔

اس خواب کا ذکر آپ نے حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق مہاجر مکّیؒ سے کیا تو وہ بہت محظوظ ہوئے اور یہ تعبیر بیان کی کہ آپ کو ایک صالح فرزند ہوگا اور اس سے اور اس کی اولادِ امجاد سے اہلِ عالم کو فیض پہنچے گا۔

حضرت مولانا رکن الدین قادری نے اپنے والدِ بزرگوار حضرت قطبؒ ویلور اور فاضل اساتذۂ روزگار سے علم حاصل کیا۔ اور حضرت مولانا شاہ محمد حنیف قادری سے علومِ معقول و منقول کی تکمیل فرمائی۔ جو اس دور میں دارالعلوم لطیفیہ میں درس و تدریس کے فرائض انجام دے رہے تھے۔

آپ نے اپنے والدِ ماجد کے زیرِ سایہ منازلِ سلوک طے فرمایا۔ اور مدینۂ منورہ میں بیعت و خلافت اور ایک سو اکانوے سلاسل میں خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے۔ حج بیت اللہ و مدینۂ منوّرہ سے واپسی کے بعد ۳ر جمادی الآخر روزِ پنجشنبہ ۱۲۸۹ھ کو رسمِ سجادگی ادا کی گئی۔ اس موقع پر شاہ عبدالحیٔ بنگلوری اور مولانا عبدالقادر علی صوفی اور دیگر علماء و شعراء نے تہنیتیں پیش کیں۔

حضرت مولانا رکن الدین قادری نے ایک ایسے دور میں آنکھیں کھولیں، جو علم و فضل، دعوت و تبلیغ، اصلاح و تزکیہ، حرکت و انقلاب، جدید تہذیب

و ثقافت اور مغربی علوم وفنون کی حیثیت سے غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔

آپ کے زمانہ میں حضرت قطبؒ ویلور کے بہت سے تلامذہ اور خلفاء نے اصلاح اور تجدید واحیائے سنّت کا کام وسیع پیمانہ پر شروع کر دیا تھا۔ اور ان احوال وظروف کا اثر آپ کی شخصیت پر بھی گہری طرح پڑا۔ چناں چہ اسی تأثر کا نتیجہ تھا کہ آپ نے یورپ کے سیلاب استعماریت کے مقابلہ میں مسلمانوں کے نظام تعلیم کی طرف خاص توجّہ مبذول فرمائی۔ اور اپنے جدِّ اعلیٰ حضرت سید شاہ عبد اللطیف قادری بیجاپوری کے مقدّس ہاتھوں سے وجود پذیر خانقاہی درس گاہ (مدرسۂ لطیفیہ) کی جدید تشکیل کی اور درسِ نظامیہ کے نصاب کو جاری کیا اور ۱۳۰۲ھ میں طلباء کی رہائش کے لیے خوب صورت کشادہ دارالاقامہ اور درس وتدریس کے لیے وسیع وعریض ہال تعمیر کیا۔

حضرت مولانا رکن الدین قادری اپنے آباء واجداد کے مشرب اور مسلک کے پیروکار اور متبع تھے۔ اور آپ بڑے وسیع الخیال تعمیری ذہن اور روشن دل کے مالک تھے۔ آپ کے زمانہ میں ہندوستان کی بڑی بڑی دینی درس گاہیں عظیم مکاتیبِ فکر اور علمی واصلاحی اور تعلیمی تحریکات مصروف عمل تھیں۔ چناں چہ ان میں سے ایک ندوۃ العلماء کی تحریک بھی ہے جو اس وقت ابتدائی مرحلہ میں تھی اور علاقۂ مدراس میں غلط فہمیوں کا شکار بنی ہوئی تھی۔ ان حالات میں حضرت مولانا رکن الدین قادری نے اس تحریک کی نصرت وحمایت فرمائی۔ اور آپ کے اس اقدام کے باعث علاقۂ مدراس میں ندوۃ العلماء کے حق میں تائید واتفاق کی فضا ہموار ہوئی کیوں کہ یہ پورا علاقہ مولانائے موصوف کی عالمانہ وصوفیانہ شخصیت کے زیر اثر تھا۔ چناں چہ حضرت مولانا سید شاہ ابو الحسن علی حسنی ندوی مدظلہٗ ناظمِ ندوۃ العلماء لکھنؤ، ناظمِ دار العلوم لطیفیہ، حضرت اقدس مولانا ابو الحسن صدر الدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

کے نام روانہ کردہ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"میں ویلور کی حاضری کو حاصلِ سفر سمجھتا ہوں۔ مجھے اس وقت جو انشراح و انبساط حاصل ہوا مجھے اس کا سبب معلوم نہ تھا۔ لیکن وہاں سے واپس آکر میں نے آپ کے عنایت فرمائے ہوئے رسائل پر نظر ڈالی۔ اور لکھنؤ پہنچ کر اپنے والدِ ماجد مولانا حکیم سید عبدالحیٔ صاحب سابق ناظم ندوۃ العلماء کی مشہور عربی تصنیف "نزھۃ الخواطر" کی چھٹی اور ساتویں جلد دیکھنے کا موقعہ ملا۔ اس میں سید شاہ ابوالحسن قادری قربی علیہ الرحمۃ اور سید شاہ عبداللطیف قطب ویلور کے حالات دیکھے۔ تو اس تعلق قلبی اور انجذاب باطنی کا سبب معلوم ہوا۔ پھر ندوۃ العلماء کے اجلاسِ مدراس ۱۹۰۴ء اور اجلاسِ مدراس ۱۹۱۷ء کی رودادیں دیکھیں تو مزید تصدیق ہوئی۔ کیوں کہ پہلا اجلاس میں مولانا رکن الدین سید شاہ محمد قادری صاحب نے، جو اُس وقت سجادہ نشین تھے۔ ندوۃ کی پوری نصرت و حمایت فرمائی۔ خود علالت کی وجہ تشریف نہ لا سکے تو اپنے صاحب زادے والا شان مولانا سید شاہ عبداللطیف کو قائم مقام بنا کر بھیجا اور انہوں نے ایک جلسہ کی صدارت بھی فرمائی یہ وہ زمانہ تھا کہ ندوہ کی حمایت کرنا بھی مدراس میں وہابیت کا مترادف سمجھا جاتا تھا یہی گوناگوں تعلقات تھے جو میرے لیے کشش کا باعث ہوئے اور پورے دورہ میں کہیں میرا انبساط جی نہ لگا۔ جیسا حضرت مکان میں۔"

حضرت مولانا رکن الدین محمد قادری نے اپنے آباء و اجداد کی خانقاہی درس گاہ کی جدید تعمیر اور تشکیل نو کے بعد شمال و جنوب کے مشہور اصحابِ علم و فضل کو منصب درس و تدریس پر فائز کیا۔ چناں چہ اس وقت دارالعلوم لطیفیہ کے اساتذہ میں جنوبی ہند کی ذی علم شخصیت مولانا فقیہ محی الدین قادری عرف ڈیلے محی الدین صاحب کی ذاتِ گرامی ہے۔ جن کا سلسلۂ درس و تدریس حضرت قطب ویلور کے دور سے شروع

ہوکر ۱۳۱۶ھ تک جاری رہا۔ اور آپ کے علاوہ مولانا مولوی محمد نبینا صاحب کامل پٹیم اور مولانا مولوی سید شاہ علیم اللہ صاحب قادری بختیاری، مولانا مولوی سید شاہ فضل اللہ صاحب قادری اور اُن کے صاحب زادے مولانا مولوی سید شاہ حیدر ولی اللہ صاحب قادری کے اسمائے گرامی ہیں جو دارالعلوم لطیفیہ کے ہی فیض یافتہ رہے۔

اور شمالی ہند کے علماء میں حضرت مولانا محمد تقی صاحب لکھنوی اور مولانا افہام الدین صاحب لکھنوی، مولانا احمد حسن کانپوری اور پشاور کے ایک عالم مولانا حافظ سید عبد الجمیل پشاوری کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

حضرت مولانا رکن الدین صاحب قادری کے دورِ سرپرستی میں دارالعلوم لطیفیہ سے بہت سارے طلباء علم وفضل کی ممتاز شخصیتیں بن کر ابھریں جن میں مولانا الحاج محی الدین بھیسوا صاحب چیدہ۔ مولانا محمد قاسم حیدرآبادی شیخ المنطق مدرسہ نظامیہ حیدرآباد۔ مولانا الحاج حافظ قاری سید قاسم صاحب، مولانا ابو السعادات احمد کویا شالیاتی ملیباری کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ ان میں سے بعض علماء دارالعلوم لطیفیہ میں منصب تدریس پر فائز رہے۔

حضرت مولانا رکن الدین صاحب قادری کی سرپرستی میں دارالعلوم لطیفیہ سے جہاں بے شمار تشنگانِ علم مختلف علاقوں سے آکر سیراب ہوئے وہاں آپ کی ذاتِ گرامی سے بھی ہزاروں لوگ بیعت سے مشرف ہوکر تربیتِ باطنی کی نعمت سے سرفراز ہوئے۔

حضرت مولانا رکن الدین قادری کی علمی خدمات اور اس علاقہ میں آپ کی شخصیت کا اثر دیکھتے ہوئے وائسرائے ہند اور گورنر جنرل آف انڈیا نے ۱۲۹۴ھ میں آپ کو شمس العلماء کا خطاب دیا۔ شب دوشنبہ ۲۰ رمضان ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۰۷ء کو راہی ملکِ بقا ہوگئے۔ آپ کو آپ کے خاندانی گنبد میں حضرت محوی کے

پہلو میں سپردِ خاک کیا گیا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مسکین کی ولادت

حضرت عبدالغفار مسکین قادری

بہ روز شنبہ غرّہ ماہ رمضان ۱۲۵۱ھ بوقت نمازِ فجر بنگلور ہوئی۔ والدِ ماجد حضرت زین العابدین جیلانی کا سلسلۂ نسب حضرت امام حسینؓ اور والدۂ ماجدہ کا سلسلۂ نسب حضرت امام حسنؓ سے ملتا ہے۔ آپ کی والدۂ ماجدہ سیدنا غوث الاعظم کی اولاد سے تھیں۔ حضرت مسکین کے والد حضرت قطبِ ویلور کے بے حد معتقد تھے۔ ۱۲۷۹ھ میں حضرت مسکین کو خرقہ خلافت پہنایا تو یہ نصیحت فرمائی کہ جب تم سے ممکن ہو حضرت قطب الہند کی قدم بوسی کے لیے ویلور جانا۔ کیوں کہ آج دکن کے وہی قطب ہیں۔ بوقتِ انتقال بھی آپ کے والد نے آپ سے فرمایا تھا کہ حضرت قطبِ ویلور کی خدمت میں حاضری دیتے رہو، تاکہ الوارِ ربّانی آپ پر منکشف ہوں۔ والد کے انتقال کے بعد آپ ویلور پہنچے۔ سفرِ ویلور کا حال خود اس طرح فرماتے ہیں۔

"اپنے وطن سے پیدل ویلور کو روانہ ہوا اور تین رات دن کے سفر کے بعد ویلور پہنچا اور آستانہ مبارکہ پہ کلمۂ طیبہ لکھا ہوا پایا۔ مسجد درگاہ میں دوگانہ شکرانہ ادا کیا اور دریافت پہ معلوم ہوا کہ آفتابِ حقیقت حجرۂ مبارکہ میں نہاں ہے۔ فقیر خود کو سنبھالے ایک گوشہ میں کھڑا رہا۔ اس عرصہ میں آفتابِ حقیقت طلوع ہوا۔ یعنی قطب الہند امام المشائخین فخر العلماء الشیخ عبداللطیف حجرۂ مبارکہ سے برآمد ہوئے اور مسجد کا رُخ فرمایا۔ روئے مبارک آئینۂ حقیقت تھا۔ علمائے کاملین اور فقراء متوکلین کوئی پچاس ایک کے شمار میں ساتھ تھے۔ فقیر نے دوڑ کر قدم بوسی فرمائی۔ فقیر نے بعد نماز عرض کیا: سلسلۂ غلاماں میں فقیر کو داخل فرما لیا جائے

حضور نے فرمایا: جزاکم اللہ وبارك اللہ۔ پھر اپنا ہاتھ بڑھایا اور فقیر نے دستِ حق پہ بیعت کی اور یہ مسرت ۱۳ ربیع الثانی ۱۲۸۵ھ کو نصیب ہوئی۔"

۱۲۸۹ھ تک حضرت مسکین نے ویلور کو اپنا مسکن بنائے رکھا اور اس کے بعد آپ نے مدراس میں سکونت اختیار کرلی۔ آپ کے مریدوں کا حلقہ کافی وسیع تھا۔ حضرت مسکین کا علمی مرتبہ بلند تھا۔ "حیات المسکین" میں منصورؒ علامہ ابنِ عربی، مولانائے روم اور حضرت غوث الاعظم پہ آپ کے ملفوظات سے آپ کے وسیع معلومات، نکتہ رس نگاہ اور ذہنِ رسا کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ محمود بحری کی دکنی مثنوی، مثنوی من لگن کی شرح آپ کا عظیم علمی کارنامہ ہے۔ مثنوی کے مطالب کو جس خوبی، مہارت اور علمی شان کے ساتھ بیان کیا ہے اسی سے دنیائے علم پر آپ کی عظمت آشکار ہے۔ خود بھی ایک بلند پایہ شاعر تھے۔ اردو اور فارسی کا دیوان شائع ہو چکا ہے آپ کے کلام میں تصوفانہ رنگ نمایاں ہے۔ اور عارفانہ مطالب سے دیوان پُر ہے۔

آپ کی فارسی مثنویاں "کہنہ مرغوب" اور "عیوان المظاہر" تو آپ کے علمی مرتبہ پہ دال ہے۔

۷۶ برس کی عمر میں ۱۳۲۶ھ کو آپ کا وصال ہوا۔ درگاہ شریف حضرت مخدوم الحق ساویؒ (مدراس) میں حوض کے مشرقی کنارے مدفون ہوئے۔ (حیات المسکین)

حضرت مولانا شاہ عبدالحی قادری بنگلوری

آپ کی ولادت معسکر بنگلور ۱۲۳۵ھ میں ہوئی۔ آپ کے والد مرزا ابراہیم بیگ نے آپ کا نام میرزا بڈھن بیگ رکھا۔ حضرت قطب ویلور نے اسے عبدالحی سے بدل ڈالا اور آپ اسی نام سے مشہور ہوئے۔

ابتدائی تعلیم بنگلور میں حاصل کرنے کے بعد ۱۲۵۲ھ میں آپ کو دارالعلوم لطیفیہ حضرت مکان ویلور میں داخل کیا گیا جہاں آپ نے دینی علوم وفنون میں کامل دستگاہ حاصل کی اور حضرت

قطب ویلور کی صحبتِ فیض رساں میں رہ کر سلوک طے کیا۔ اور بیعت و خلافت سے مشرف ہوئے۔

تعلیم و تکمیل کے بعد بنگلور میں سکونت اختیار کی اور ساری زندگی درس و تدریس، وعظ و تقریر اور تصنیف و تالیف میں بسر کی اور اپنے مرشد و مربی سے ہمیشہ علمی استفادہ کرتے رہے۔ چنانچہ مکتوباتِ قطبِ ویلور کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر مسائل میں آپ نے اپنے مرشد کی جانب رجوع کیا ہے۔

مولانا شاہ عبدالحی بنگلوری متحرک و فعال شخصیت کے مالک تھے آپ نے بنگلور میں مسلمان بچوں کو دینی تعلیم و تربیت کی طرف راغب کرنے کے لیے انجمنِ اسلام کی بنیاد ڈالی۔ بعد میں اس انجمن کے زیرِ اہتمام ایک مدرسہ بھی جاری کیا۔ جو مدرسۂ اسلامیہ کہلایا۔

آپ ایک واعظ خوش بیان بھی تھے۔ آپ کے خطبات و مواعظ سے لوگوں کو بہت فائدہ ہوا اور آپ کے اکثر خطبات شائع کئے گئے۔ اور ماضی قریب تک بھی آپ کے منظوم خطبات ہی جمعہ کے خطبوں میں ائمہ مساجد پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔ اور سیرتِ نبویؐ سے متعلق آپ کی تحریر کردہ کتاب "جنان السیر" اور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کی حیاتِ مبارکہ سے متعلق "گیارہ مجالس" کو ماہِ ربیع الاول اور ربیع الثانی میں ہر گھر میں تبرکاً پڑھی جاتی تھی اور لوگ کثیر تعداد میں ان کتابوں کے مضامین سُنا کرتے تھے۔ مولانا کی نوکِ قلم سے ایک سو سے زائد کتابیں معرضِ وجود میں آئیں۔

۲۲ محرم الحرام ۱۳۰۱ھ کو مدینۂ منورہ میں وفات پائی۔ اور اسی زمینِ سعادت گاہِ دارین میں مدفون ہوئے۔ (دیجر بیکراں)

حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب صاحب قادری ویلوری۔ بانیٔ مدرسۂ باقیات صالحات ویلور

حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب صاحب قادری کے والدِ ماجد حضرت مولانا حافظ عبدالقادر صاحب ہیں جن کو حضرت قطبِ ویلورؒ کے والدِ ماجد حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسن محوی قادری ویلوری

رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا شرف حاصل رہا۔ حضرت محوی نے اپنے ایک مرید و خلیفہ مولوی محمد ابن ویلوری کی دختر فاطمہ سے مولوی عبد القادر صاحب کا عقدِ ثانی کرادیا۔ اور انھیں یہ بشارت سنائی کہ اس نکاح سے تمھیں ایک فرزندِ صالح پیدا ہوگا جس کا فیضانِ علم ہر سُو پھیلے گا۔

حضرت محوی کی پیشین گوئی کے مطابق یکم جمادی الاول ۱۲۴۶ھ میں مولانا شاہ عبد الوہاب قادری ویلوری کی ولادت ہوئی۔ جب آپ کی عمر چار سال ہوئی تو والدِ ماجد نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور اس کے بعد آپ والدۂ ماجدہ کے زیرِ سایہ پرورش پانے لگے۔ آپ کی والدۂ ماجدہ حضرت قطبؒ ویلور سے بیعت تھیں اور انھوں نے بھی اپنے شوہر مرحوم کی طرح خاندانِ قطبؒ ویلور سے راہ و رسم قائم رکھیں۔ چنانچہ جب بھی آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو لے کر حضرت قطبؒ ویلور کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو حضرت قطبؒ ویلور فرمایا کرتے: فاطمہ اس نونہال کو تعلیم حاصل کرنے میں لگادو۔ انشاء اللہ اس بچے سے ایک عالم فیضیاب ہوگا۔

حضرت قطب ویلور کا یہ قول حرف بہ حرف صحیح ہوا۔ اور مولانا شاہ عبد الوہاب صاحب قادری ابتدا ہی سے حصولِ تعلیم میں بہت زیادہ منہمک رہے اور اساتذۂ روزگار سے اکتسابِ علم و فن فرمایا اور حضرت قطبؒ ویلور کی صحبت میں رہ کر علوم و معارف کی نعمت سے بہرور ہوئے اور خلافت سے مشرف ہوئے۔

صاحب نزھۃ الخواطر فرماتے ہیں۔

صحب الشیخ محی الدین عبد اللطیف الویلوری واخذ عنہ الطریقۃ

مولانا شاہ عبد الوہاب صاحب قادری تعلیم و تکمیل کے بعد حیدرآباد تشریف لے گئے جہاں آپ کو تحصیل داری کا عہدہ ملا اور اپنے مرشد حضرت قطبؒ ویلوری کو ملازمت ملنے کی اطلاع دی تو مرشد نے آپ کو مکتوب روانہ فرمایا۔ اور اس میں تحریر فرمایا کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے حدیث شریف پڑھو اور پڑھاؤ۔ تم کو اس پر عمل کرنا ہے اور میری خواہش ہے کہ تم خط دیکھتے ہی ویلور چلے آؤ۔

چنانچہ صاحب موصوف نے اپنے پیر و مرشد کے ارشاد پر تحصیل داری ترک کی اور ویلور پہنچ گئے اور بڑی گلی ویلور کی مسجد میں درس و تدریس کا کام شروع کیا اور یہی کار تدریس آج مدرسہ باقیات صالحات کے روپ میں جلوہ گر ہے جو مولانا شاہ عبدالوہاب کی زندگی کا شاندار تاریخ ساز کارنامہ ہے اور حضرت قطب ویلور رح کی اس پیشین گوئی (اس نونہال (عبدالوہاب علیہ الرحمہ) سے ایک عالم فیضیاب ہوگا) کی زندہ تفسیر ہے۔

آپ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ کو انتقال فرمایا۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت قطب ویلور رح کے پوتے حضرت مولانا شاہ عبداللطیف قادری (رابع) علیہ الرحمہ المدفون فی جنت المعلی بمکۃ المکرمۃ نے پڑھائی۔ مسجد کے صحن میں تدفین عمل میں آئی۔ مزار شریف پر عالی شان گنبد تعمیر کیا گیا ہے۔

حضرت قطب ویلور کا اصلاحی و تجدیدی کارنامہ

حضرت قطب ویلور دعوت و عزیمت اور تجدید و احیائے دین کی تاریخ میں جو اہم کارنامہ انجام دیا ہے وہ دو تین پہلوؤں پر مشتمل ہے۔ آپ کے عہد میں ہندوستان سیاسی حیثیت سے ایک ہلاکت خیز اور انقلابی دور سے گزر رہا تھا۔ ملک پر انگریزوں کا غلبہ و تسلط تھا۔ شمال میں آپ کے ہم عصر عالم مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے ہندوستان کو دار الحرب قرار دے دیا تھا۔ جس کے نتیجے میں تحریک آزادی کا شعور اور جہاد کا غلغلہ بلند تھا۔ انگریزوں کے خلاف سخت نفرت و حقارت اور عداوت کی فضا پھیلی ہوئی تھی حتیٰ کہ ان کی زبان و تہذیب سے بیزاری اور معاملات سے بھی کنارہ کشی کی جارہی تھی اور دوسری طرف

حکمراں طبقہ بھی پوری قوت اور طاقت کے ساتھ ان ہنگاموں اور بغاوتوں کو کچل رہا تھا جس کی وجہ سے قتل وخون وغارت کا ایک بازار گرم تھا۔ اس نازک مرحلہ پہ جنوبی ہند میں حضرت قطب ویلور کی حکیمانہ اور داعیانہ قیادت اس طرح ابھری کہ آپ نے یہاں کہ مسلمانوں میں انگریزوں کے خلاف دشمنی وعداوت کے جذبات کو ہوا نہیں دی اور ان کی زبان و مذہب سے متعلق حقارت امیز رویہ اختیار نہیں کیا۔ بلکہ ان تمام چیزوں سے علاحدہ ہو کر انگریزوں کو حلقہ بگوش بنانے کی کوشش شروع کی جو ایک طرف مسلمانوں کو انگریزوں کے ظلم وستم اور وحشت وبربریت سے بچانے کی سعیٔ مسعود تھی۔ اسی لیے حضرت قطب ویلور نے براہ راست ملکہ برطانیہ، انگریز حکام اور عیسائی قوم کو اسلام کی دعوت دی۔ مولانا حکیم سید عبدالحی مرحوم سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنو نے "نزھۃ الخواطر" میں حضرت قطب ویلور کے بارے میں فرماتے ہیں کہ انہوں نے انگریزی سیکھی اور اسی زبان میں کوئن وکٹوریہ کو اسلام کی دعوت دی۔

وھو تلقی اللغۃ الانکلیزیۃ فی کبر سنہ وبعث رسالہ فی تلک اللغۃ الی ملکۃ انکلترا یدعوھا الی الاسلام۔

اور انگریزوں کو اسلام کی جانب مائل کرنے کی کوششوں کے ساتھ ساتھ آپ نے ہندوستان کے راجاؤں کو بھی اسلام کی دعوت دی۔ ہندی اور علاقائی زبانوں مثلاً تلیگو، تمل، ملیالم، مرہٹی وغیرہ میں توحید ورسالت اور نجات اور اسلام کی حقانیت وصداقت اور اس کی انسانیت نوازی وامن پسندی پر مشتمل دعوت ناموں کو تحریر کروایا۔ اور اپنے خلفاء کے ذریعہ تمام قائدانہ کردار کی مالک بڑی بڑی غیر مسلم شخصیتوں کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور غیر مسلم طبقات کے درمیان اور علاقائی زبانوں میں دعوتی کام کی اہمیت وضرورت کو محسوس کرتے ہوئے یہ مفید اقدام فرمایا۔ اور ایک ایسے دور میں جب کہ انگریزی تعلیم کے بارے میں علماء کے درمیان سخت اختلافِ رائے تھا آپ نے خود انگریزی تعلیم حاصل کی اور اس میں دعوتی کام انجام

دے کر اپنی زمانہ شناسی کا ثبوت دیا۔

حضرت قطب ویلور نے غیر مسلم طبقات میں اس دعوتی کام کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے درمیان بھی اپنی اصلاحی جدوجہد قائم رکھی آپ کے عہد کے مسلمانوں کی زندگی برطانوی سیاست اور اس سے پیدا ہونے والے مثبت اور منفی حالات میں گھری رہنے کے علاوہ داخلی اعتبار سے بھی کئی ایک مسائل کا شکار تھی۔ چنانچہ ائمۂ متبوعین کی تقلید کو تنگ نظری و کوتاہ بینی قرار دیا جانے لگا اور مذاہبِ اربعہ میں سے ایک مذہب پر عامل رہتے ہوئے اپنی نفسانی اغراض وخواہشات کے تحت دوسرے مذہب کے بعض احکام پر عمل کیا جانے لگا اور فقہاء کے مذہب کو بعض دوسرے فقہاء کے مذہب پر ترجیح دی جانے لگی اور اپنے ہی امام کے اجتہاد کے خلاف عمل اور رائے کی تخلیق ہونے لگی۔ اور بے علم عامی شخص تک بھی قرآن وحدیث سے احکام استخراج کرنے کا دعوے دار ہونے لگا اور اہلِ سنت وجماعت کے فروعی اور جزوی اختلافات کو کفر وایمان کا اختلاف تصوّر کیا جانے لگا۔ اور ہر طرف افراط وتفریط اور غلو وتعصب اور تکفیر وتضلیل کی فضا عام ہونے لگی۔ اور صالحین واہل اللہ پر لعن وطعن اور بزرگانِ سلف کے ساتھ سوءِ ظن اور صوفیاء کے علوم ومعارف کے ردّ وانکار کا مرض بڑھنے لگا۔ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کی فروعی ونظریاتی بحثوں میں الجھ کر خود اہلِ تصوّف کے ہاتھوں اعتدال اور توازن کا دامن چھوٹنے لگا۔ گمراہ کن صوفیوں کی بداعتقادی اور بداعمالی کے باعث شریعتِ مطہرہ کے آبگینے چور چور ہوتے نظر آنے لگے توان حالات میں حضرت قطب ویلور نے اصلاح وتجدید کا علم بلند فرمایا۔ اور اس متعفن ومکدّر اور مسموم فضا کو ختم کرنے کے لیے دو جامع کتابیں "فصل الخطاب" اور "غایۃ التحقیق" لکھیں جن کے اقتباسات مسلک ومشرب کے

باب میں مفصلاً درج کیے گئے ہیں۔ جو حضرت قطب ویلورؒ کی اصلاحی وتجدیدی مساعیٔ جمیلہ کی منہ بولتی تصاویر ہیں۔

حضرت قطب ویلورؒ کی عالمانہ وصوفیانہ اور داعیانہ شخصیت کی ان ہی گوناں گوں خصوصیات اور میزات کی وجہ سے آپ کو اسلام کی تاریخ دعوت واصلاح میں ممتاز مقام ملا اور آج بھی آپ کے فیضانِ علمی وروحانی سے جنوبی ہند کا ذرّہ ذرّہ روشن اور تابناک ہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را۔

مصنف کی کتابیں

١۔ توسلِ نبوی کی شرعی حیثیت

٢۔ آثارِ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

٣۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

٤۔ اصحابی کالنجوم

٥۔ جمعہ ! ملّتِ اسلامی کا عظیم شعار

٦۔ اسلامی قانون سازی کا تاریخی جائزہ

٧۔ شراب اور اس کا اسلامی موقف

٨۔ رضوان صحابہؓ

٩۔ کیا مرنے کے بعد استفادہ و افادہ ممکن ہے ؟

١٠۔ خانوادۂ حضرت قطبؒ ویلور کی تاریخ ساز شخصیت

١١۔ بیعت کی شرعی حیثیت

١٢۔ مجدّدِ جنوبی ہند حضرت قطبؒ ویلور

١٣۔ میلادالنبیؐ پر اظہارِ سُرور کا مسئلہ

شائع کردہ :۔

جمعیۃ الاصلاح

25/241 - ھاونہ پیٹ - ادھونی (آندھرا)

518301